ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
19 تا 25 ستمبر 2002ء

☆ امریکہ اسرائیل بھارت ٹرائیکا اور عالم اسلام (اداریہ)
☆ دورِ حاضر میں اسلامی انقلاب کا چھٹا مرحلہ؟ (منبر و محراب)
☆ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی جانب سے منتقلیٔ امارت کا اعلان (قافلۂ تنظیم)
☆ کراچی میں عرب خاندان کی گرفتاری کے پس پردہ حقائق (افکارِ معاصر)

احیاءِ اسلام: ایک تدریجی عمل

''..... اس بیسویں صدی کے آغاز میں یہ ہوا کہ ملتِ اسلامیہ کا بوسیدہ قصر گویا دفعتہً زمین پر آ رہا اور اسلام اور مسلمان دونوں اپنے زوال و انحطاط کی آخری حدوں کو پہنچ گئے۔ اور ایک طرف کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی حالت حدیثِ نبوی کے الفاظ کے مطابق ((غثاءُ السّیل)) یعنی سیلاب کے جھاگ سے زیادہ نہ رہی اور دوسری طرف اسلام اور قرآن دونوں بھی آنحضور ﷺ کے الفاظ کے مطابق اس حال کو پہنچ گئے کہ ((لاَ یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلاَّ اسْمُہٗ، وَلاَ یَبْقٰی مِنَ الْقُرآنِ اِلاَّ رَسْمُہٗ)) تاہم قانونِ فطرت کے عین مطابق اس زوال کے ساتھ ہی احیاء کا ہمہ وقتی عمل بھی شروع ہو گیا۔

البتہ اس احیائی عمل کے بارے میں بھی بعض بنیادی حقائق ذہن نشین رہنے چاہئیں۔ مثلاً ایک یہ کہ یہ کوئی سادہ اور بسیط عمل نہیں ہے بلکہ اس کے متعدد گوشے ہیں، جن میں سے ہر ایک میں اولوالعزم افراد اور جماعتیں برسرِ کار ہیں اور جو بظاہر ایک دوسرے سے جدا بلکہ مختلف بلکہ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے متضاد ہونے کے باوجود اس وسیع تر احیائی عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کے لئے باعث تقویت ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملت اسلامی کی تجدید کا یہ کام دس بیس برس میں مکمل ہونے والا نہیں ہے بلکہ ((لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ)) کے مصداق درجہ بدرجہ بہت سے مراتب و مراحل سے گزر کر ہی پایۂ تکمیل کو پہنچے گا، لہٰذا اس ارتقائی عمل کا ہر درجہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے اور چاہے بعد کے مراحل سے گزر کر پہلوں کا کام بہت حقیر بلکہ کسی قدر غلط بھی نظر آئے، اپنے اپنے دور کے اعتبار سے اس کی اہمیت و وقعت سے بالکلیہ انکار ممکن نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس ہمہ گیر تجدیدی جدوجہد میں اگرچہ افراد کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے تاہم جماعتوں اور تنظیموں کے مقابلے میں کم تر ہے۔ پھر جماعتیں تحریکوں کی وسعت میں گم ہو جاتی ہیں اور بالآخر تمام تحریکیں بھی اس وسیع احیائی عمل کی پہنائیوں میں گم ہو جاتی ہیں جو ان سب کو محیط ہے .....''

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر'' سے اقتباس)

الھدیٰ — ## سورۃ البقرۃ (۷۶) — ڈاکٹر اسرار احمد

(گزشتہ سے پیوستہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(البقرۃ:۱۴۳)

یہاں ایک اہم بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت آپؐ کے انتقال کے ساتھ ختم ہوگئی۔ نبوت کا تعلق اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کے ساتھ ہے۔ وہ کھڑکی جس سے وحی آرہی تھی، حضور ﷺ کی حیاتِ دنیوی کے اختتام پر بند ہوگئی اور اب قیامت تک وحی نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس سے نبوت تو ختم ہوگئی مگر حضور ﷺ کا مشن رسالت تو ختم نہیں ہوا۔ اس لئے کہ آپؐ تو پوری نوعِ انسانی کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی رسالت تا قیامِ قیامت جاری ہے۔ نبوت ختم ہوئی ہے، یعنی اب کسی پر وحی نبوت نہیں اترے گی، البتہ آپ کا کارِ رسالت (پیغام پہنچانا) جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ﴿وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا﴾ ''اور ہم نے (اے محمدؐ) آپ کو تمام نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے''۔ یوں آپؐ کا دورِ رسالت قیامت تک جاری ہے اور چل رہا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے کلام میں الفاظ کا انتخاب دیکھئے۔ قرآن مجید میں کوئی ایک لفظ بھی بھرتی کا نہیں ہے۔ ہر لفظ موزونیت کے اعتبار سے کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ختم نبوت کی جو ایک ہی آیت سورۃ الاحزاب میں آئی ہے وہاں بھی ختم کا لفظ نبوت کے ساتھ آیا ہے، رسالت کے ساتھ نہیں آیا: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ پس آپ انبیاء کے خاتم ہیں لیکن آپؐ کی رسالت تو تا قیامِ قیامت جاری ہے۔ آپؐ نے اہل عرب تک رسالت کے فرائض بنفسِ نفیس سرانجام دیئے اور اس سے ایک اُمت وجود میں آگئی۔ اب آپؐ کے بعد آپؐ کا یہ فریضہ رسالت پوری نوعِ انسانی کی طرف by proxy پورا ہوگا اور یہ کام اب امتِ محمدؐ کے ذریعے سے ہوگا۔ وحی تو اب نہیں آئے گی، اس کی تو ضرورت نہیں کیونکہ پیغامِ ہدایت اپنی کامل شکل میں پہنچ چکا ہے: ﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾ ''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا''۔ اب تو اسے آگے پہنچانا ہے اور یہی فریضہ رسالت ہے۔ یہ کام اب قیامت تک کے لئے امت کے ذریعے ہی ہونا ہے۔ اس اعتبار سے یہاں لفظ ''وسط'' کا ذو معنی ہونا نہایت بلیغ ہے۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبویؐ — ## دین تو خیر خواہی کا نام ہے — چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنۡ تَمِیۡمِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ ((قَالَ الدِّیۡنُ النَّصِیۡحَۃُ)) قُلۡنَا: لِمَنۡ؟ قَالَ: ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوۡلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَعَامَّتِہِمۡ))(رواہ مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دین تو بس نام ہے خلوص اور خیر خواہی کا''۔ ہم نے عرض کیا: کس کے ساتھ خلوص و خیر خواہی اور وفاداری؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ، اس کی کتاب کے ساتھ، اس کے رسولؐ کے ساتھ، مسلمانوں کے سرداروں کے ساتھ اور ان کے عوام کے ساتھ''۔

اس حدیث میں دین کے تمام گوشوں کو سمو دیا گیا ہے۔ گویا دین تو اصل میں خلوص اور وفاداری کا نام ہے۔ یعنی تمام مندرج معاملات میں خلوص کے ساتھ ان پر ایمان لانا اور ان کے حقوق ادا کرنا۔ اللہ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ کتاب پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کے حرام و حلال کو اختیار کر کے اس کی رہنمائی اختیار کی جائے۔ رسولؐ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ ان کی پیروی کی جائے۔ مسلمانوں کے امام کے ساتھ خلوص یہ ہے کہ تمام معاملات میں اس کی اطاعت کی جائے جو دین کے دائرے کے اندر ہوں۔ اور عوام کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے بلکہ اللہ کی مخلوق سے حسنِ سلوک مطلوب ہے۔ انسان کی حیثیت کا اور اس کے شرف کا حاصل بھی یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

امریکہ اسرائیل بھارت ٹرائیکا اور عالم اسلام

امریکہ کی جانب سے عراق پر مسلط جنگ کو ٹالنے کی خاطر صدر صدام حسین نے عالمی دباؤ اور عرب ممالک کے سمجھانے بجھانے پر اسلحہ انسپکٹروں کی غیر مشروط عراق واپسی پر آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان کے نام ایک خط میں اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے انسپکٹر فوری طور پر یہاں آ کر کام شروع کر سکتے ہیں۔ اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ کے سوا تمام دنیا نے عراق کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا ہے اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ اب جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔ جبکہ مذکورہ بالا ممالک کا ردعمل مختلف ہے۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ امریکہ لازماً عراق پر حملہ کرے گا' اس اعلان سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ امریکہ کا ردعمل یوں سامنے آیا ہے کہ بات اب انسپکٹروں کی واپسی سے آگے نکل گئی ہے' صدر صدام کو جانا ہوگا' اسی میں عراقی عوام کی بھلائی مضمر ہے اور صرف اسی صورت میں خطے میں امن قائم ہو سکے گا۔ برطانیہ کو' جس کی حیثیت امریکی دم چھلے کی بن گئی ہے' عراق کے اس اعلان میں بڑی چالاکی اور عیاری نظر آئی ہے۔ بلیئر کا کہنا ہے کہ اس قسم کی چالاکیاں صدر صدام پہلے بھی دکھا چکا ہے۔

اگرچہ فرنگ کی رگِ جاں بھی یہود کے پنجہ میں تھی لیکن امریکیوں نے اپنی سوچ' اپنی فکر' اپنے وسائل اور اپنے مفادات جس طرح آنکھیں بند کر کے یہود کے حوالہ کر دیئے ہیں' تاریخ عالم میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ماضی میں بھی عالمی طاقتوں نے کمزور اقوام کو دبایا' ان سے ناجائز مطالبات تسلیم کروائے' ان پر ظلم و تشدد کیا' لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی سپریم پاور کسی چھوٹے سازشی گروہ کے ہاتھوں یوں یرغمال بن گئی ہو اور وہ گروہ اس عالمی قوت کے کندھوں پر سوار ہو کر عالمی وارداتیا بن جائے۔ اور اس عالمی قوت کی حیثیت محض ایک ایسے گھوڑے کی ہو جسے واردات کے لئے استعمال کیا جاتا ہو۔ اسرائیل کا یہ اعلان کرنا کہ امریکہ عراق پر لازماً حملہ کرے گا' چہ معنی دارد؟ کیا امریکی پالیسیاں تل ابیب میں طے کی جاتی ہیں؟ امریکہ کا یہ کہنا کہ اسلحہ انسپکٹروں کی واپسی کا معاملہ بہت پیچھے رہ گیا ہے' بات آگے بڑھ گئی اور صدر صدام کا جانا ٹھہر چکا ہے' یہ ایسی شر انگیزی ہے جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلحہ انسپکٹر وغیرہ کا معاملہ محض عذر ہے' اصلاً امریکی ارادے کچھ اور ہیں' جو اسرائیل کی خواہش کے مطابق عراق پر حملہ کئے بغیر پورے نہیں کئے جا سکتے۔ افسوس صد افسوس' اقوام متحدہ کے فورم پر کسی نے امریکہ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم انتہائی تباہ کن اور مہلک ہتھیاروں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے ہوئے کسی دوسرے سے پوچھنے کا کیا منہ رکھتے ہو کہ تمہارے پاس فلاں تباہ کن ہتھیار کیوں ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اپنے تباہ کن ہتھیاروں کے ذخیرے ختم کئے جائیں۔ پھر یہ کہ جمہوریت کا اتنا ڈھنڈورا پیٹنے والا امریکہ کس منہ سے یہ کہتا ہے کہ ہم عراق کی قیادت تبدیل کر دیں گے۔ کیا عراق یا کسی دوسرے ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہیں کہ بش کو تبدیل کر دیا جائے۔ یہ خالصتاً وہاں کے عوام کا مسئلہ ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اسرائیل اور امریکہ کی نیت میں فتور ہے۔ امریکہ تیل کی دولت کے لالچ میں اور اسرائیل کی سیکورٹی کو یقینی بنانے کی خاطر اس خطے کا امن تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ امریکہ کا انداز بالکل وہی ہے جو افغانستان کی جنگ شروع کرنے سے پہلے تھا۔ یعنی مدمقابل کے سامنے شرائط پیش کرو' جب وہ ایک شرط مان لے تو دوسری شرط آگے بڑھا دو۔ ملا عمر کی طلب کردہ شوریٰ نے جب یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسامہ رضاکارانہ طور پر افغانستان سے چلا جائے تو وائٹ ہاؤس کی انتظامیہ نے بلا تاخیر یہ کہہ دیا کہ ہم اس کو قبول نہیں کریں گے اور ہماری مزید یہ چار شرائط ہیں۔ اس پر ملا عمر نے بھی شوریٰ کی سفارش پر عمل درآمد کو کارآمد نہ سمجھا۔ مسلمان ممالک کی پوزیشن اس وقت ایک ایسے ڈربے کی سی ہے جس میں بہت سی مرغیاں ہیں۔ قصاب جب ذبح کرنے کے لئے ایک مرغی نکالتا ہے تو باقی مرغیاں کہتی ہیں' شکر ہے ہم بچ گئیں۔ لیکن شام ہونے تک سب مرغیوں کا حشر ایک سا ہوگا۔

امریکہ اس سے قبل ایران اور سعودی عرب کو برائی کا محور قرار دے چکا ہے۔ پاکستان پر تو ایک مدت سے اس کی نظر ہے۔ ایک طرف اسے پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کی طرف دہشت گرد بڑھتے ہوئے نظر آ رہے ہیں' دوسری طرف وہ شدت سے محسوس کر رہا ہے کہ القاعدہ پر قابو پانے کے لئے افغانستان کے ہمسایہ ممالک میں امریکی فوجی کارروائی ناگزیر ہے۔ شنید یہ ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے جنرل مشرف پر زبردست دباؤ ڈالا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں بے نظیر کا ڈراوا دیا گیا۔ پھر یہ کہ جمہوریت بھی امریکہ کو یاد آ گئی' لہٰذا شفاف انتخابات کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ امریکہ پاکستان کے انتخابات کو مانیٹر کرے گا۔

(باقی صفحہ 5 پر)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
سی پی ایل نمبر 127
نائب مدیر: فرقان دانش خان

قتال فی سبیل اللہ قیامت تک کے لئے جائز ہے' اسے حرام قرار دینے والے گمراہ اور دین کے دشمن ہیں

وہ حالات جن میں حضور ﷺ نے قتال فرمایا اور آج کے حالات میں کافی بنیادی فرق واقع ہو چکا ہے

آج سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد میں داعیان انقلاب کا مقابلہ مسلمان حکمرانوں سے ہے

موجودہ دور میں نہی عن المنکر کے حوالے سے پرامن مظاہراتی' مطالباتی اور احتجاجی تحریک کا راستہ زیادہ قابل عمل ہے

دورِ حاضر میں اسلامی انقلاب کا چھٹا اور آخری مرحلہ کیا ہوگا؟

داعی و مؤسس تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے 13 ستمبر 2002 کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اب تک کی گفتگو کے نتیجے میں یہ بات تو واضح ہوگئی کہ منہج انقلاب نبویؐ میں چھٹا اور آخری مرحلہ قتال فی سبیل اللہ ہے' لیکن اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں جن حالات میں قتال ہوا اور جو حالات آج دنیا میں ہیں ان میں کوئی بنیادی فرق ہے یا نہیں۔ اگر فرق ہے تو ہمیں کسی اجتہاد کی ضرورت ہے یا نہیں؟

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں پھر وہ نظام قائم ہو تو یوں سمجھئے کہ اس انقلابی جدوجہد کے پہلے پانچ مرحلوں یعنی دعوت ایمان بذریعہ قرآن' تنظیم بذریعہ بیعت' تربیت و تزکیہ' صبر محض اور اقدام پر بعینہٖ عمل کرنا ہوگا۔ البتہ چھٹے مرحلے میں بعض معاملات غور طلب ہیں کہ:

۱) آج کے حالات میں قتال فی سبیل اللہ کے امکانات کتنے ہیں؟

۲) حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت یا قتال فی سبیل اللہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج سابقہ تو مسلمان حکمرانوں سے ہے۔

۳) اگر کسی وجہ سے قتال ممکن نہ ہو تو متبادل کیا ہے؟

یہ تین بنیادی باتیں میری آج کی گفتگو کا موضوع ہیں۔ اس میں سب سے پہلے دو الفاظ علیحدہ سمجھ لیجئے۔ ایک ہے کسی چیز کا ''جواز'' اور ایک ہے اس کا ''قابل عمل'' ہونا۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ جہاں تک قتال فی سبیل اللہ کے جواز کا تعلق ہے اس ضمن میں میرا ایمان ہے کہ یہ قیامت تک کے لئے جائز ہے۔ اسے حرام قرار دینے والے گمراہ اور دین کے دشمن ہیں ۔ میری گفتگو کا دائرہ صرف یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اس کے امکانات کتنے ہیں! بنیادی طور پر ان حالات میں جن میں نبی اکرم ﷺ نے کام کیا اور اللہ کے دین کو قائم کیا اور آج کے حالات میں تین فرق ہیں۔

۱) وہاں ایک طرف اسلام اور دوسری طرف کفر تھا۔ لہٰذا تلوار کا استعمال کھلم کھلا ہو سکتا تھا۔ لیکن آج اگر اسلامی نظام کے قیام کی کوشش ہو سکتی ہے تو مسلم ممالک ہی میں ہو سکتی ہے۔ امریکہ یا کسی غیر مسلم اکثریت کے ملک میں اسلام لانے کی کوئی کوشش تو بہت دور کی بات ہے۔ جبکہ قریباً تمام اسلامی ممالک کے نام نہاد مسلمان حکمران آج امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایران کو اس فہرست سے خارج سمجھا جا سکتا ہے۔

اس حوالے سے پہلا فرق تو یہ ہوا کہ آج یہ جدوجہد مسلمان حکمرانوں کے خلاف ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا فاسق و فاجر حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں یہ نوٹ کر لیجئے کہ اہل حدیث حضرات اس معاملے میں سخت موقف رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمان حکمران کے خلاف خروج جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ کفر کا حکم دے۔

امام ابو حنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ فاسق و فاجر حکمرانوں کے خلاف بغاوت ہو سکتی ہے۔ البتہ وہ شرط بہت سخت عائد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''طاقت اتنی مہیا ہو چکی ہو کہ بظاہر احوال کامیابی یقینی ہو جائے''۔ میں امام ابو حنیفہؒ کے اس موقف سے متفق ہوں۔

۲) دوسرا بنیادی فرق پہلے اور آج کے حالات میں یہ ہے کہ اُس وقت جزیرہ نمائے عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ کوئی Standing Army نہیں تھی۔ اگرچہ مذہبی' ثقافتی اور معاشی اعتبار سے مکے کو صدر مقام کی حیثیت حاصل تھی کیونکہ سب کے بت وہاں رکھے ہوئے تھے۔ لیکن اب کیا حالات ہیں! منظم حکومتیں ہیں' لاکھوں کی تعداد میں فوج' پیرا ملٹری فورسز' پولیس اور ایئر فورس ہے۔ اب اس کا کیسے مقابلہ کیا جائے گا؟ اس اعتبار سے آج مقابلہ بہت Unequal (غیر مساوی) ہے' اگرچہ ''توکل'' تو یہ ہے کہ ایک آدمی ایک لاکھ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے کیونکہ اسے تو شہادت مطلوب ہے۔ قرآن نے بھی صحابہؓ کے دورِ اول میں یہ کہا ہے کہ دیکھو ایک اور دس کی نسبت سے بھی اگر تمہاری جنگ ہوگی تو اللہ تمہیں فتح دے دے گا۔ لیکن بعد میں یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ اب تمہارے اندر کمزوری آ گئی ہے۔ اب ایک کا دو سے مقابلہ ہوگا۔

حضور ﷺ کے اور ہمارے آج کے حالات میں یہ دو منفی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں' جن کی وجہ سے آج ہمارا کام زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ تاہم دورِ حاضر میں ایک تبدیلی مثبت بھی آئی ہے۔

۳) وہ یہ کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی بہت عرصے تک دنیا میں ریاست اور حکومت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ آج ریاست اور شے ہے' حکومت اور شے ہے۔ جب تک یہ دونوں ایک چیزیں تھیں اور کوئی حکومت کے خلاف بات کرتا تھا تو وہ ریاست کے خلاف بات تصور ہوتی تھی اور اسے غدار کہا جاتا تھا۔ لیکن آج یہ بات مانی جاتی ہے کہ حکومت اور ریاست دو مختلف ادارے ہیں۔ نیز حکومت کی مخالفت کرنا شہریوں کا قانونی حق ہے۔ یہ نہیں کہ آپ حکومت کی مخالفت کریں گے تو واجب القتل ہو جائیں گے۔ ہاں توڑ پھوڑ نہ کریں' مظاہرہ کریں' مخالفت کریں' یہ آپ کا آئینی حق ہے۔

یہ تین باتیں جب سامنے رکھی جائیں تو اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دورِ حاضر میں قتال کا بدل کیا ہوگا! دور

حاضر میں اگر پُرامن عوامی تحریک اٹھائی جائے تو کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔ تاہم اس کی بھی نظری طور پر دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ انتخابات میں حصہ لو اور اسلام کے نام پر ووٹ مانگو۔ اگر لوگوں میں خواہش پیدا ہو چکی ہے کہ اسلام آئے تو وہ آپ کو ووٹ دیں گے۔ یہ بات بظاہر نہایت سادہ اور آسان نظر آتی ہے۔ اس سادگی ہی کی وجہ سے ہماری دینی جماعتیں اس سراب کے اندر داخل ہوئیں جس کا آج تک کچھ حاصل نہیں نکلا۔ دراصل اس نظریہ کی کامیابی کے امکانات صرف اس جگہ پر ہو سکتے ہیں جہاں دو شرطیں پوری ہو جائیں۔ ایک یہ کہ وہاں جاگیرداری نظام نہ ہو' کیونکہ کسی علاقے کے ووٹ وہاں کے جاگیردار اور زمیندار کے انگوٹھے تلے ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں 70 سے 75 فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور وہ جاگیردار خاندانوں کے تابع ہیں۔ اگرچہ شہروں میں ایسی صورت حال نہیں ہے۔ جیسے کراچی میں کبھی جماعت اسلامی کو سیٹیں مل گئیں' کبھی ایم کیو ایم چھا گئی۔ لیکن اندرون سندھ تو وہی وڈیروں کا راج ہے۔ لہٰذا انہی کے باپ بیٹے یا بھتیجے منتخب ہوتے ہیں۔ دوسری شے مذہبی فرقہ واریت ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انتخابی سیاست کے ذریعے اسلامی انقلاب ممکن نہیں۔ جہاں یہ دو چیزیں نہ ہوں وہاں نظری طور پر ممکن ہے کہ انتخابات کے ذریعے انقلاب آ جائے۔ لیکن جہاں یہ نہیں ہے وہاں یہ ہونا انہونی بات ہے۔ اس وجہ سے پاکستان میں انتخابات کے ذریعے اسلام لانا ممکن نہیں ہے۔ اس بات کی تصدیق پاکستان کی پوری تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ 1951ء میں جماعت اسلامی نے پہلی مرتبہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ 40 نمائندے کامیاب ہو جائیں گے جبکہ ایک بھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس کے بعد کبھی تین کبھی چار افراد ہی منتخب ہو سکے۔ اگر یہ کام انتخابات کے ذریعے نہیں ہو سکتا تو دوسرا راستہ کیا ہے؟ دوسرا راستہ یہ ہے کہ نہی عن المنکر کے حوالے سے عوامی' احتجاجی' مظاہراتی اور مطالباتی تحریک برپا کی جائے جو پُرامن ہو یعنی توڑ پھوڑ نہ ہو۔ اس نہی عن المنکر کا قرآن و حدیث میں بڑا واضح حکم موجود ہے کہ یہ اس امت کے فرائض میں شامل ہے۔ تاہم اس نہی عن المنکر کے لئے حضور ﷺ نے تین درجے معین کئے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ "تم میں سے جو کوئی بھی برائی کو دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ طاقت سے اسے روک دے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں تو زبان سے منع کرے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں تو دل میں برا جانے' یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے"۔ (مسلم شریف)

دوسری حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "مجھ سے پہلے اللہ نے جس امت میں بھی نبی کو مبعوث کیا اس کے کچھ نہ کچھ اصحاب اور حواری ہوتے تھے۔ وہ اپنے نبی کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے اور اپنے نبی کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے کہ کچھ عرصہ بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہو گئے کہ وہ جو کہتے تھے کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ تھے جس کا حکم ہوا ہی نہیں۔ جو ایسے لوگوں کے خلاف طاقت سے جہاد کرے گا وہ مومن ہوگا' جو کوئی بھی زبان سے ان کے خلاف جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہوگا۔ اور جو دل سے نفرت کرے گا ان سے تو وہ بھی مومن ہوگا' اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر نہیں ہے"۔

معلوم ہوا کہ اس درجے کے بعد سرے سے ایمان کا امکان ہی نہیں ہے۔ یعنی کم سے کم دل سے تو جہاد ہو' ورنہ زبان سے یا سب سے اعلیٰ ہاتھ سے جہاد ہو' جس کی ایک شکل قتال ہے جو شریعت کی عائد کردہ شرائط کے اندر قیامت تک جائز ہے تاہم موجودہ حالات میں اس کا متبادل راستہ عوامی تحریک کا ہے' جس کے تین مراحل ہیں۔

۱) پہلے مرحلے میں پُرامن ترک موالات کی تحریک شروع کی جائے یعنی حکومت سے تعاون ختم کر دیا جائے۔

۲) دوسرے مرحلے میں شہری نافرمانی کی تحریک شروع کی جائے کہ اب ہم آپ کے احکام نہیں مانیں گے۔ ہمارے ٹیکس جو تم حرام کاموں میں لگاتے ہو' ہم نہیں دیں گے۔

۳) اس تحریک کا تیسرا مرحلہ غیر مسلح بغاوت کا ہے' جیسے ایرانیوں نے شاہ کے خلاف غیر مسلح بغاوت کی تھی۔ انہوں نے سڑکوں پر آ کر سارا نظام روک دیا۔ اگرچہ بادشاہ کے کہنے پر فوج نے گولیاں چلائیں' کہتے ہیں کہ 20 سے 30 ہزار آدمی مارے گئے' لیکن انہوں نے کسی کو نہیں مارا۔ اگر وہ مارتے تو پھر فوج انتقاماً جوابی کارروائی کرتی کہ انہوں نے ہمارا آدمی مارا ہے۔ لیکن اگر آپ پُرامن ہیں تو ایک حد کے بعد فوج صاف انکار کر دیتی ہے کہ اب ہم نہیں ماریں گے۔ شاہ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ فوج کی رائفلوں کا رخ اب میری طرف ہو جائے اس لئے وہاں سے بھاگا۔

موجودہ دور میں یہی طریقہ ہے کہ نہی عن المنکر کے حوالے سے مظاہراتی' مطالباتی اور احتجاجی تحریک شروع ہو جو پہلے باللسان ہو اور جب طاقت حاصل ہو جائے تو ترک موالات' سول نافرمانی اور پھر Unarmed Revolt کے ذریعے حکومت کو گرا کر اللہ کے دین کو نافذ کرے۔ OO

بقیہ: اداریہ

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے حکمران جب تک اپنے عوام کو اقتدار میں حقیقتاً شریک نہیں کریں گے اور فیصلے کرتے وقت صرف اپنے ملک کے مفاد کو مدنظر نہیں رکھیں گے اس وقت تک وہ امریکہ کو اپنے اقتدار کی بیساکھی بنانے پر مجبور ہوں گے۔ معذور کی بیساکھیاں جب اس سے چھین لی جائیں تو وہ زمین پر اوندھے منہ آ گرتا ہے۔ امریکہ اسرائیل اور بھارت کی مسلم دشمن ٹرائیکا بڑی منصوبہ بندی اور یکجہتی کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے۔ اسرائیل فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور تمام عربوں کو دھمکیاں دے رہا ہے۔ بھارت کشمیریوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور پاکستان کی سرحدوں پر فوجیں لے کر چڑھ دوڑا ہے۔ امریکہ افغانستان کو ملیامیٹ کر چکا ہے' عراق پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہا ہے' ایران کو گھور رہا ہے اور پاکستان کے پاؤں تلے سے زمین نکالنے کے درپے ہے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ تمام مسلمان ممالک اسی ٹرائیکا سے اپنے اپنے انداز میں الگ الگ تعلقات بڑھا رہے ہیں۔ عرب اگرچہ اسرائیل کو اپنا دشمن کہتے ہیں لیکن پاکستان کے دشمن بھارت کی اتنی بڑی مارکیٹ بنے ہوئے ہیں کہ اگر آج عرب بھارتی اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں تو وہ دیوالیہ ہو جائے۔ بھارت تو دور کی بات ہے' وہ اپنے دشمن اسرائیل کے سرپرست امریکہ کے بینکوں میں ڈالروں کی بارش سے امریکی معیشت کو سنبھالا دیئے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی بات ہی نرالی ہے' وہ اپنے وجود کے دشمن امریکہ کا اتحادی بنا بیٹھا ہے جس نے ہر موقع پر اسے غچہ دیا اور ہمیشہ اسے ٹائلٹ پیپر کی طرح استعمال کیا۔ لہٰذا اصل بات تو یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنے دشمن خود بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان ممالک کے لئے اپنے حقیقی دشمن کی پہچان اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی طاقت از حد لازم ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں اپنا مقام بنانے کے لئے مناسب اور درست سمت میں جدوجہد نہ کی تو اللہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ وہ ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

اپنی پیرانہ سالی‘ بعض جسمانی عوارض اور معذوریوں کے پیش نظر میں نے تنظیم اسلامی کی امارت سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیا ہے

امارت سے دستبرداری کے باوجود میں تنظیم میں رہوں گا اور اپنی باقی ماندہ توانائیاں اسی کام میں خرچ کروں گا

عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کا فیصلہ کرتے وقت اہلیت اور تنظیم کی مصلحت کے سوا کوئی چیز میرے پیش نظر نہ تھی

میری رائے تو یہ ہے کہ تنظیم میں شخصی بیعت کی منصوص‘ مسنون اور ماثور اساس کو برقرار رکھا جائے تاہم دستوری بیعت بھی جائز ہے

تنظیم اسلامی کے بانی اور امیر کی جانب سے امارت کی منتقلی کا اعلان

تنظیم کے خصوصی مشاورتی اجلاس سے بانی امیر‘ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کا متعلقہ حصہ

تنظیم اسلامی کے داعی اور مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی نے 15 تا 17 ستمبر 2002ء کو مجلس شوریٰ کا خصوصی اجلاس طلب فرمایا تھا‘ اس اجلاس میں آپ نے اپنی پیرانہ سالی‘ بعض جسمانی عوارض اور معذوریوں کے باعث امارت کی ذمہ داری پہلے سے معین شدہ جانشین حافظ عاکف سعید صاحب کو منتقل کرنے کا اعلان فرمایا۔ مجلس شوریٰ میں اپنے فیصلے کے اعلان کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے حافظ عاکف سعید کو امارت کی ذمہ داری تفویض کرتے ہوئے پہلے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد ازاں ارکان عاملہ و شوریٰ نے نئے امیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد تنظیم کے داعی اور مؤسس ہونے کی حیثیت سے تنظیم اسلامی کی فکری رہنمائی کا فریضہ بدستور سرانجام دیتے رہیں گے۔ منتقلی امارت کے موقع پر تنظیم اسلامی کے بانی و مؤسس نے ارکانِ شوریٰ سے بحیثیت امیر تنظیم اسلامی جو آخری خطاب فرمایا‘ اس کا ایک حصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ خطاب کا دوسرا حصہ جو اہم اصولی ہدایات اور موعظت پر مشتمل ہے‘ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ امارت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد جناب حافظ عاکف سعید نے جو مختصر خطاب فرمایا‘ اس خطاب کی تلخیص بھی پیش خدمت ہے۔ (مرتب)

محترم اراکین عاملہ و مجلس مشاورت تنظیم اسلامی‘

السلام علیکم

میں رات کی نشست میں اپنے اس فیصلے کا اعلان تو کر چکا تھا کہ میں تنظیم اسلامی کی امارت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔ اور میں نے بیان کیا تھا کہ اس کا اصل سبب میرا بڑھاپا‘ میرے بعض عوارض اور طرح طرح کی معذوریاں ہیں۔ بعض دیگر اسباب بھی ہیں جن کا ذکر غیر ضروری ہے۔ میں اس کے ضمن میں کوئی تفصیل نہیں بیان کرنا چاہتا تھا لیکن اب جبکہ میں نے دیکھا ہے کہ یہ معاملہ ریکارڈ ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے تمام رفقائے تنظیم تک بھی یہ بات پہنچے گی تو مناسب سمجھا کہ میں اپنی دستبرداری کی وجوہات یعنی عوارض کی تفصیل بیان کر دوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بڑھاپے کے ساتھ جہاں جسمانی قوت میں کمزوری آتی ہے وہاں استعداد کار میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ یہ ایک فطری اور طبعی بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ کافی دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ کچھ عرصہ سے میری یادداشت پر بھی اثر ہے۔ میرا لاہور میں جو آپریشن ہوا تھا‘ اس کے دوران جنرل اینتھیزیا میں گڑبڑ ہوئی اور میرے دل کی دھڑکن کچھ دیر کے لئے رک گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری چند سال پہلے کی یادداشتیں محو (wipe out) ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد سے میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ یادداشت کا نیا پرنٹ بھی میرے ذہن پر آسانی سے قائم نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی ایک صاحب سے ملاقات ہوئی‘ گفتگو ہوئی‘ پھر اگر دس دن بعد وہ دوبارہ آئیں اور کہیں کہ میں آیا تھا تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجھے یاد نہیں آتا۔ اگرچہ بفضلہ تعالیٰ میری پرانی یادداشت بڑی حد تک intact ہے اور صحیح طور پر قائم و دائم ہے۔ گویا میری صرف تازہ یادداشت (recent memory) کی صلاحیت میں خرابی اور کمزوری آئی ہے جس کے باعث نئے معاملات (events) صحیح طور پر رجسٹر نہیں ہو رہے۔ اس کے علاوہ بلڈ پریشر کی تکلیف تو مجھے 25 سال سے ہے جس کے لئے دوائیں کھا رہا ہوں۔ شوگر (Diabetes) بھی اب کچھ عرصے سے (تقریباً ایک سال سے) باقاعدہ طور پر ظاہر (Diagnose) ہو گئی ہے۔ پہلے یہ عارضہ ابتدائی مرحلے پر تھا لیکن اب Establish ہو گیا ہے۔ ان دونوں امراض کا بہرحال انسان کے اعضائے رئیسہ پر اثر پڑتا ہے۔

پچھلے دنوں مجھ پر جو شدید ڈپریشن کا حملہ ہوا اس کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ تاہم اس کی شدت کے باعث میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ماہر نفسیات سے رجوع کیا اور زیر علاج بھی آیا۔ چنانچہ اس علاج کے دوران کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ نیند کا انتہائی غلبہ رہنے لگا۔ پچھلے رمضان کے دوران میرا حال یہ ہو گیا تھا کہ دورۂ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری نبھانے کے لئے جب دن کے اوقات میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بیٹھتا تھا تو وہیں مجھے نیند آ جاتی تھی۔ ایک طویل عرصے تک مجھ پر یہ کیفیت طاری رہی ہے۔ اس کے بعد شدید کھانسی کی شکایت ہوئی۔ اس کھانسی کے دوران بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی تھی‘ ایک دفعہ تو میں گر بھی گیا تھا۔

مزید یہ کہ اب میں کمر کی تکلیف کی وجہ سے کھڑا

بھی نہیں ہو سکتا۔ اپنا توازن برقرار رکھنے میں مشکل ہوتی ہے۔ چنانچہ چلنے کے لئے جب تک میرے ہاتھ میں چھڑی نہ ہو میں چل نہیں سکتا۔ اب تو صورت یہ ہو گئی ہے کہ ایک پاؤں میں جوتا ڈال کر دوسرا پاؤں جوتے میں ڈالنے کے لئے اٹھاتا ہوں تو خطرہ ہوتا ہے کہ گر جاؤں گا۔ اسی طرح کا ایک عارضہ یہ ہے کہ اب رات کو ایک ایک گھنٹے کے بعد پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ اب بھی یہ ہے کہ چھ چھ گھنٹے پیشاب نہ کروں تو کوئی بات نہیں لیکن جب ایک مرتبہ خیال کر لوں کہ پیشاب کرنا ہے تو پھر میں رک نہیں سکتا۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ پیشاب خطا نہ ہو جائے۔ یہ مختلف عوارض ہیں جو مجھے لاحق ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے میری نقل و حرکت (Mobility) بھی کم ہے۔ میری ان معذوریوں اور جسمانی کمزوریوں میں وقت کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ ہی ہو گا۔ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مجھے تنظیم اسلامی کی امارت کے بوجھ سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔

اگرچہ میں امارت سے دستبردار ہو رہا ہوں لیکن میں تنظیم میں رہوں گا۔ آپ (ارکان عاملہ و شوریٰ) تنظیم میں میرے کردار کا تعین کریں گے۔ میرا معاملہ تو یہ ہے کہ میں آخری دم تک اس کام کے ساتھ لگا رہوں گا' ان شاء اللہ۔ اپنی ان ساری حدود (Limitations) کے ساتھ جو بھی خدمت ہو گی' اس کے لئے اپنی باقی ماندہ توانائیاں خرچ کروں گا۔

(یہاں تک گفتگو کے بعد بانی تنظیم نے بحیثیت امیر ارکان شوریٰ کے سامنے کچھ باتیں تذکیر و نصیحت کے پیرائے میں الوداعی پیغام کے طور پر سامنے رکھیں۔ خطاب کا یہ حصہ ان شاء اللہ اگلے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ بعد ازاں انتقالِ امارت کے حوالے سے درج ذیل اہم امور کی نشاندہی فرمائی:)

انتقالِ امارت کے ضمن میں دستور کے مطابق ہمارا جو بھی سابقہ فیصلہ ہے اس پر پورے ہموار انداز میں فی الفور عمل کرنا ہی ہمارے اور تنظیم کے لئے خیر کا موجب ہو گا۔ دستور میں یہی طے ہے کہ اگر امیر کسی وقت اپنی ذاتی وجوہات کے باعث دستبردار ہو گا تو جو بھی جانشین ہو گا وہ اس ذمہ داری کو سنبھالے گا۔ اگرچہ ہم طویل مشاورت کے عمل سے گزر کر جانشین کا تعین پانچ سال قبل کر چکے ہیں تاہم اس ضمن میں اس موقع پر میں حلفاً یہ بات واضح کر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کا فیصلہ کرتے وقت اہلیت اور تنظیم کی مصلحت کے سوا کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں تھی۔

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اس وقت انتقالِ امارت کا یہ مرحلہ اسی فیصلے اور پرانے طریق کار یعنی شخصی بیعت کے مطابق ہو جانا چاہئے۔ اگرچہ کچھ عرصے بعد اس سلسلے میں آپ چاہیں تو دوبارہ Exercise کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ہم دستوری بیعت کے طریقے کو اختیار کر لیں یا شخصی بیعت ہی کا سلسلہ جاری رہے۔ تاہم اس وقت بہتر یہی ہے کہ یہ مرحلہ بحسن و خوبی سابقہ طریق کار کے مطابق طے ہو جائے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی ریکارڈ کرا دینا چاہتا ہوں کہ الحمد للہ ہم نے بیعت کی بنیاد پر تنظیم سازی کے عمل کو 25 برس تک چلایا ہے۔ اس کی بنیاد پر مشاورت کا نظام چلایا ہے۔ کوئی معمولی اونچ نیچ ہو جانا دوسری بات ہے' تاہم اس دور میں بیعت کی بنیاد پر اجتماعیت کی مثال قائم کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دستوری بیعت کو کبھی حرام نہیں کہا۔ شخصی بیعت کو اس لئے اختیار کیا کہ یہ منصوص' مسنون اور ماثور ہونے کے لحاظ سے دستوری بیعت پر تین درجے فائق ہے۔ چنانچہ میری رائے یا وصیت تو یہ ہے کہ بیعت کے نظام کو بدلا نہ جائے۔ اگرچہ آپ کو اختیار ہے کہ کچھ عرصے بعد چاہیں تو اسے بدل سکتے ہیں' لیکن جیسے داڑھی نہ رکھنا ایک جگہ ایک جرم ہے لیکن داڑھی رکھ کر منڈوا دینا زیادہ بڑا جرم ہے اسی طرح تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے ہم نے اگر اس بیعت کے نظام کو زندہ کیا ہے تو اسے برقرار رکھنا چاہئے۔ تاہم میری یہ رائے حرفِ آخر نہیں ہے۔ میری دستبرداری پر کچھ عرصہ بعد اگر اس نظام کی تبدیلی کے بارے میں کوئی Exercise کی جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن اس وقت یہ مناسب نہیں۔

جہاں تک عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کے فیصلے کا تعلق ہے' آپ کو معلوم ہے کہ اس فیصلے سے پہلے میرا یہ معمول رہا ہے کہ میں گاہے بگاہے اپنے جانشین کی وصیت لکھ کر محفوظ کرتا رہا ہوں۔ اس ضمن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جانشینی کی مشاورت سے پہلے عزیزم عاکف سعید کی جانشینی کے بارے میں مَیں نے کبھی سوچا تک نہیں تھا۔ اس مشاورت' سے پہلے میرا فیصلہ ڈاکٹر عبد الخالق کے حق میں تھا کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ تنظیمی امور کا وسیع تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ میرے دینی اور عمرانی فکر کو رفقاء میں بہتر طور پر سمجھنے والے ہیں۔ حافظ عاکف سعید کے بارے میں اگر کبھی ذہن گیا بھی تو میں ان کے گلے کی تکلیف زکام کی مسلسل شکایت اور ان کی کچھ limitations کے باعث انہیں eligible نہیں سمجھتا تھا۔ عزیزم عاکف سعید کی طرف سب سے پہلے مجھے توجہ دلانے والے قمر سعید قریشی ہیں۔ اس کے بعد جانشینی کی مشاورت کے موقع پر جہاں فعال اور ملتزم رفقاء کی ایک بہت بڑی تعداد نے ان کے حق میں رائے دی تھی وہاں جو معین تجاویز خطوط کی صورت میں مجھے موصول ہوئیں ان میں تنظیم کے بزرگ ترین رفیق جن کی اصابت رائے کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں یعنی شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم و مغفور کے علاوہ کراچی کے عبد اللطیف عقیلی صاحب اور دیر باجوڑ کے محمد فہیم صاحب نے بھی عزیزم عاکف سعید کو یہ ذمہ داری سونپے جانے کی تجویز دی تھی۔ اس کے بعد ہی میں نے ان کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ بہرحال یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ میرا یہ فیصلہ پورے انشراح صدر کے ساتھ تھا اور اب تک اس پورے عرصے میں نہ صرف میرا یہ انشراح صدر برقرار رہا ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔

لہٰذا آج میں اپنی دستبرداری کے بعد سب سے پہلے عزیزم عاکف سعید کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیعت کرنے کے بعد اراکین عاملہ و مجلس شوریٰ نے نئے امیر تنظیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔) (مرتب: فرقان دانش خان)

تنظیمی اطلاعات

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ کے فیصلوں کے مطابق:

☆ تنظیم اسلامی لاہور (غربی) کی امارت جناب نعیم اختر عدنان کو تفویض کر دی گئی ہے۔ قبل ازیں جناب افتخار احمد صاحب اس ذمہ داری کو سنبھالے ہوئے تھے۔

☆ جناب خالد محمود عباسی کی بحیثیت ناظم حلقہ پنجاب (شمالی) تقرری کے باعث تنظیم اسلامی بیروٹ کا امیر جناب نیاز احمد عباسی کو مقرر کیا گیا ہے۔

☆ تنظیم اسلامی دیر بالا کو تحلیل کر دیا گیا ہے۔

☆ بی بیوڑ میں ایک نئی مقامی تنظیم قائم کی گئی ہے جس کی امارت کے فرائض جناب ممتاز بخت انجام دیں گے۔

☆ اسرہ دیر اور اسرہ گنوڑی منفرد اسرہ جات کی حیثیت سے حلقہ سرحد (شمالی) کے ساتھ منسلک ہوں گے۔

اعلان

تمام رفقاء و احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جناب ساوید احمد خان ولد فتح محمد خان سکنہ محلہ اباخیل' گاؤں و ڈاکخانہ خویشگی پایاں کا تنظیم اسلامی سے اخراج عمل میں لایا گیا ہے۔ ساوید احمد خان کے مخصوص فکر و نظریہ کا تنظیم اسلامی کے فکر و نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ساوید احمد خان کے اقوال و اعمال کی تنظیم اسلامی ذمہ دار نہیں ہے۔

(المعلن: امیر حلقہ سرحد شمالی)

یہ ایک اجتماعی کام ہے جسے ہم نے مل جل کر آگے بڑھانا ہے

اس بھاری ذمہ داری کی ادائیگی میں آپ حضرات کی دعاؤں اور تعاون کا محتاج ہوں

قابل اطمینان پہلو یہ ہے کہ قافلۂ تنظیم سست رفتاری سے سہی، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اپنی منزل کی جانب محوِ سفر ہے

مشاورت کا موجودہ نظام بہترین ہے، اسے مزید بہتر بنانے کے لئے ہر تجویز کا خیر مقدم کروں گا

تنظیم اسلامی کی امارت سنبھالنے کے بعد جناب حافظ عاکف سعید کا اراکین عاملہ و شوریٰ سے خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفقاءِ محترم! آج میں اپنے آپ کو ایک بہت بھاری بوجھ تلے محسوس کر رہا ہوں آج سے ساڑھے چار سال قبل جب ایک طویل سلسلۂ مشاورت کے بعد میری جانشینی کا فیصلہ ہوا تھا تو اس سے قبل میرے سان گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھاری بوجھ ایک دن مجھے اٹھانا ہوگا۔ چنانچہ اس وقت بھی میں صدق دل سے یہ دعا کرتا رہا ﴿ربنا ولا تحملنا مالاطاقة لنا به﴾ کہ اے پروردگار! مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کی مجھ میں طاقت نہ ہو۔ مجھے اس بھاری بوجھ سے بچائے رکھنا۔ لیکن اس کے باوجود جب میرے ہی ناتواں کاندھوں کو اس بوجھ کے لئے منتخب کیا گیا تو میں نے اسے من جانب اللہ سمجھا۔ اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں اس عہدے کی کوئی طلب تھی نہ خواہش بلکہ میں نے اسے اول روز سے ہی (یعنی جانشینی کے دن سے ہی) ایک بھاری ذمہ داری اور باعث مسئولیت سمجھا! بعد میں جب میری نظر سے یہ حدیث گزری تو مجھے اطمینان ہوا اور انشراح صدر کا سا معاملہ ہوا:

" عن عبدالرحمن بن سمرةؓ قال: قال النبی ﷺ ((یا عبد الرحمن ابن سمرة! لا تسال الامارة، فانک ان اوتیتها عن مسئلة وکلت الیها، وان اوتیتها من غیر مسئلة اعنت علیها))" (بخاری و مسلم)

''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے عبدالرحمان بن سمرہ! کبھی امارت (عہدہ) کی درخواست نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تمہیں یہ مانگنے کے بعد ملے گا تو اللہ پاک اپنی مدد تجھ سے اٹھا لے گا (کہ تو جان، تیرا کام جانے) اور اگر وہ عہدہ تمہیں بغیر مانگے مل گیا تو اس میں اللہ کی طرف سے تمہاری اعانت کی جائے گی۔''

مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ یہ ایک بہت نازک ذمہ داری ہے جس کا بوجھ آپ حضرات نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے میرے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں بھرا راستہ ہے! میں اس معاملے میں جہاں آپ حضرات کی دعاؤں کا شدید محتاج ہوں وہاں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے ضمن میں آپ حضرات کے تعاون کا بھی خواستگار ہوں۔ میرے نزدیک یہ ایک اجتماعی کام ہے جسے ہم نے مل جل کر آگے بڑھانا ہے۔

تشکر و اطمینان کے پہلو:

☆ مجھ پر اللہ کا خصوصی فضل یہ ہوا کہ ایک ایسے گھر میں آنکھ کھلی جہاں بالکل ابتدائی عہد طفولیت سے ہی قرآن کی تلاوت اور قرآن کا پیغام سننے کو ملا۔ اس معاملے میں محترم والد صاحب کا کردار تو لوگوں کے سامنے ہے، تربیت اولاد میں والدہ کا حصہ بھی کم نہیں۔ گھر کے اندر شریعت کی بالادستی کا اصول پورے طور پر رائج نظر آیا۔ زمانے کا چلن ہو یا برادری کا رواج، حکم شریعت کے سامنے کسی کی پرکاہ کے برابر وقعت نہیں تھی۔

☆ مجھے تنظیم بنی بنائی ملی ہے۔ چھوٹی سہی لیکن یہ ایک تنظیم ہے جو بیعت کی بنیاد پر اٹھی اور ناموافق حالات کے باوجود بیعت کے تقاضوں کے حوالے سے روایات کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

اس میں والد محترم کا جو اس تنظیم کے بانی اور مؤسس بھی ہیں، خون اور پسینہ ہی نہیں لگا اسی کام میں انہوں نے اپنی ہڈیاں بھی گلا دی ہیں۔ بیعت کے اصول پر ایک تنظیم کی تشکیل، اس کا نظام مشاورت، ہیئت تنظیمی کی تشکیل، رفتہ رفتہ اس نے بحمد اللہ وہ صورت اختیار کر لی ہے کہ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ایک قافلہ تنظیم سست رفتاری سے سہی، اپنی منزل کی جانب محوِ سفر ہے۔

☆ فکری اعتبار سے بھی تنظیمی تقاضوں اور تصور فرائض دین کو جس طرح بانیٔ تنظیم نے واضح کیا ہے وہ صرف ہمارے لئے ہی نہیں پوری امت کے لئے ایک نہایت قیمتی اثاثہ ہے۔ انقلابی جدوجہد کے تقاضے اور مراحل ہی نہیں، نشانات راہ بھی بحمد اللہ واضح ہو چکے ہیں۔ گویا تمام بنیادی اور ابتدائی کام (Spade work) اپنی اعلیٰ ترین شکل میں مکمل ہے۔ اب ہمیں اس کام کو صرف آگے بڑھانا ہے۔

☆ چوتھی بات یہ کہ والد محترم کی فکری رہنمائی ہی نہیں عملی تعاون بھی مجھے حاصل ہے۔ ان کی موجودگی اور مشفقانہ سرپرستی میرے لئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ اطمینان کا آخری لیکن نہایت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انتہائی مخلص، باصلاحیت، دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور تنظیمی تقاضوں کا شعور رکھنے والے ساتھی مجھے میسر ہیں۔ اللہ کی نصرت کی امید اور انہی کی تائید سے حوصلہ پا کر میں نے اس بھاری بوجھ کو قبول کیا ہے۔

تنظیم کی ہیئت اور پالیسی:

میں علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہوں کہ تنظیم کی روح نظام شورائیت ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالے سے بھی اس کی اہمیت بحمد اللہ مجھ پر واضح ہے۔ اور میں نے اس کی افادیت اور برکات کو بھرپور طور پر محسوس کیا ہے۔ مشاورت کا موجودہ نظام بہترین ہے، لیکن اسے مزید بہتر بنانے کے لئے میں ہر تجویز کا خیر مقدم کروں گا۔

بحمد للہ تنظیم کا منہج عمل بھی واضح ہے اور پالیسی بھی۔ میں اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اصل ضرورت مل جل کر کام کو آگے بڑھانے کی ہے۔ تاہم قرآن و سنت اور سیرتِ رسول ﷺ کو اپنا فریم آف ریفرنس بناتے ہوئے، ان کی حدود کے اندر اندر پالیسی میں

کسی تبدیلی کی تجویز کی حوصلہ شکنی نہیں ہونی چاہئے!

آخری بات:

میں اگر اس کام کے تقاضوں کو دیکھتا ہوں اور اس کے بالمقابل اپنی بے بضاعتی اور اپنی کوتاہیوں کی طرف نظر جاتی ہے تو ہمت ٹوٹتی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے اپنی کمزوریوں' خامیوں اور کوتاہیوں کا پورا احساس ہے اور صدق دل سے سمجھتا ہوں کہ مختلف اعتبارات سے مجھ سے کہیں بہتر صلاحیت رکھنے والے ساتھی میرے دائیں بائیں موجود ہیں۔

سابقہ قیادت کے مقابلے میں تو میں بہت سے اعتبارات سے نہایت کمتر ہوں۔ وسعتِ مطالعہ' بلندیٔ فکر' فہم وفراست' قوتِ کار' خطابت وغیرہ کے حوالے سے میں پاسنگ بھی نہیں۔ اگر آپ نے سابقہ معیارات پر مجھے پرکھنا چاہا تو ظاہر ہے شدید مایوسی ہوگی۔ تاہم اگر آپ نے گزشتہ ساڑھے چار سال سے میری تمام خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود مجھے بطور جانشین قبول کیا تو میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ حضرات میری کمزوریوں اور کوتاہیوں کی تلافی اپنی محنت وصلاحیت اور بھرپور تعاون کے ذریعے کریں گے۔

آپ سے دعاؤں کی گزارش اور اللہ سے اس دعا کے ساتھ اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں کہ:

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو
میں ہوں خزف تو تُو مجھے گوہر شاہوار کر!

ربنا تقبل منا انک انت السمع العلیم وتب
علینا انک انت التواب الرحیم (آمین)

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا تعارف

تاریخ پیدائش	11 جنوری 1958ء (ساہیوال)
میٹرک	1973ء لاہور بورڈ سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ (گورنمنٹ سنٹرل ماڈل ہائی سکول لاہور)
گریجوایشن	1977ء (گورنمنٹ کالج لاہور)
ایم اے (فلسفہ)	1980ء پنجاب یونیورسٹی
حفظِ قرآن	کالج ایجوکیشن کے دوران' (74ء تا 77ء)
علومِ دینیہ کی تحصیل	تین سالہ کورس' قرآن اکیڈمی
تنظیم سے وابستگی	بموقع تاسیسی اجلاس 1975ء
قرآن اکیڈمی سے وابستگی	☆ بطور فیلو آف اکیڈمی 1982ء
	☆ ادارت ماہنامہ میثاق' حکمتِ قرآن (1983ء)
	☆ مدیر اکیڈمک ونگ (1985ء)
	☆ مدیر ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' (1995ء)
تنظیمی ذمہ داریاں	ناظم شعبہ نشرواشاعت (1990ء)
	تقرری بطور نائب امیر (1999ء)

جاگو جگاؤ

بغاوت کے خلاف بغاوت

تحریر: محمد سمیع' کراچی

سورۃ العصر ہمیں ہر دم یاد دلا رہی ہے کہ زمانہ بہت تیزی سے گزر رہا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ مہلت عمر ختم ہو جائے' آخرت کی فکر کر لو۔ لیکن ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس تیزی سے زمانہ گزر رہا ہے' اسی تیزی سے زمانے کی اقدار بھی بدل رہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ مغل بادشاہ بنگال میں ایک بغاوت کو فرو کر کے نیا گورنر مقرر کرتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے پایۂ تخت دہلی پہنچتا' نیا گورنر مرکزی حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کر دیتا۔ اس صورتحال سے ذہن میں یہ تصور بیٹھ گیا کہ بغاوت نچلی قیادت کرتی ہے۔ لہٰذا جب جنرل پرویز مشرف نے عنان اقتدار سنبھالنے کے اپنے عمل کو Counter Coup قرار دیا' تو یہ معاملہ واقعتاً حیران کن محسوس ہوا۔ انتظامیہ کے اعلیٰ ترین عہدیدار کے اس عمل کو کہ اس نے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے اپنے ہی مقرر کردہ کمانڈر انچیف کو برطرف کرنا چاہا' بغاوت ٹھہرایا گیا اور کمانڈر انچیف کی بغاوت کا عمل Counter Coup۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا۔ ملاعمر نے افغانستان میں شریعت کا نفاذ کیا' یہ عمل دہشت گردی ٹھہرا۔ اسامہ نے ایک اسلامی ریاست کو استحکام بخشنے کے لئے جو اقدامات کئے' وہ دہشت گردی کے زمرے میں آئے۔ اسلامی تعلیمات پر اس کی روح کے مطابق عمل کرنا انتہا پسندی ہوئی۔ کشمیر میں جنگ آزادی کو دہشت گردی قرار دیا گیا۔ اسلامی تعلیمات سے انحراف اور بے راہروی کو ترقی پسندی کا نام دیا گیا۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں حکومت کے خلاف آواز بلند کرنا اگر بغاوت قرار دے دیا جائے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ لہٰذا ان مذہبی قائدین کو جنہوں نے پاک افغان دفاع کونسل کے پلیٹ فارم سے حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کیا' پابند سلاسل کیا گیا۔ حالانکہ بغاوت ریاست کے خلاف ہوتی ہے اور ان قائدین نے افغانستان کی حمایت میں تو سب کچھ کیا' پاکستان کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کی۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ دینی قائدین قابل گردنی قرار دیئے جاتے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے' ان کے خلاف استغاثہ کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکا اور اب یہ بتدریج زندان سے باہر آ رہے ہیں۔ مبارکباد کے مستحق ہیں ہمارے یہ قائدین جن میں ہمارے نہایت محترم راشد گنگوہی صاحب بھی شامل ہیں' جنہوں نے فریضۂ شہادت حق ادا کرنے کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی۔

امیر محترم بھی اشتہاری ملزم قرار دیئے گئے ہیں اور وہ بھی دہشت گردی کی عدالت کی جانب سے! تعلیم وتعلم القرآن کو عام کرنے والے بھی حکومت کی دستبرد سے محفوظ نہیں۔ آج کے انا ربکم الاعلیٰ کے دعویداروں کے آلۂ کار شاید یہ بھول گئے ہیں کہ رب اعلیٰ تو ایک ہی ہستی ہے اور اس کے فیصلے دنیا کے تمام خود ساختہ ارباب سے بالاتر ہیں۔ شاید ہمارے حکمرانوں کی سمجھ میں یہ بات اسوقت آئے جب مہلت عمر ختم ہونے کو ہو۔ فرعون نے بھی تو ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اب موسیٰ اور اس کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ نہ اسے اس کے ایمان نے کوئی فائدہ پہنچایا نہ آج ایسے موقع پر کسی کا ایمان اس کے لئے نافع ہوگا۔ ہماری تو دعا یہی ہے کہ وہ ہمیں بھی خالص توبہ کی توفیق عطا فرمائے' ہمارے حکمرانوں کو بھی اور ہمارے عوام کو بھی تاکہ ہم ابدی خسارے سے بچ سکیں۔ آمین!

حضرت عثمان غنیؓ

مختصر حالات اور فضائل و مناقب (۱)

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

آپؓ کا نام عثمان، کنیت ابو عبداللہ اور لقب ذوالنورین تھا۔ آپ کے والد کا نام عفان اور پردادا کا نام امیہ بن عبدشمس تھا۔ امیہ قریش کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی اولاد سے بعد میں خلفاء بھی ہوئے جو اموی کہلاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کا خاندان عرب میں امتیازی حیثیت کا مالک تھا۔ چونکہ بنو ہاشم بھی ممتاز لوگ تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے بھی ان دونوں خاندانوں میں رقابت جاری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں حضرت عثمانؓ کے سوا کسی اموی شخص نے اسلام قبول نہیں کیا۔ وہ اس بات کو اپنی تحقیر سمجھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ رسول اللہ ﷺ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ اگرچہ ان دنوں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا تاہم آپؓ نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا اور تجارت کا پیشہ اپنایا چونکہ آپ فطرت سلیمہ کے مالک تھے اس لئے شروع ہی سے رذائل اخلاق سے دور رہے۔ سچائی، راست بازی، دیانت داری اور خوش معاملگی کے باعث آپؓ کے کاروبار نے ترقی کی اور آپ خوشحال اور مرفہ الحال تاجر بن گئے۔

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے دوست اور ساتھی بلکہ رازدار تھے۔ اعلان نبوت پر انہوں نے بلا تامل اسلام قبول کر لیا اور پھر تبلیغ دین کے مشن میں آپؐ کے مستعد ساتھی بن گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ ایک دن دونوں دوست بیٹھے تھے کہ اسلام پر بات چیت شروع ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس قدر خوبصورت انداز میں آپؓ پر اسلام پیش کیا کہ انہوں نے قبول اسلام پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اتفاقاً رسول اللہ ﷺ بھی وہاں تشریف لے آئے اور حضرت عثمانؓ سے دل پذیر گفتگو کا آغاز کیا۔ زبانِ نبوت سے نکلنے والے یہ جملے اس قدر پُرتاثیر تھے کہ حضرت عثمانؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اگرچہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ فیصلہ کیا رنگ لائے گا کیونکہ بنو ہاشم اور ان کے خاندان بنو امیہ میں سخت کشمکش چل رہی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کے خاندان کے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے۔ عزیز و اقارب نے بدسلوکی کا نشانہ بنایا خود آپ کے چچا نے آپ کو باندھ کر مارا مگر آپ نے پوری استقامت کے ساتھ اس تشدد و تعذیب کو برداشت کیا۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت ابھی چالیس آدمی ہی ایمان لائے تھے۔

آپ کی شرافت، نجابت اور عالی ظرفی ہی کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس طرح آپ کو رسول اللہ ﷺ کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اس تعلق کو آپ بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہؓ سخت علیل ہو گئیں چنانچہ بدر کی جانب روانگی کے وقت حضور اکرم ﷺ حضرت عثمانؓ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں ہی چھوڑ گئے۔ اس طرح آپ غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ چونکہ آپؓ کی یہ عدم شمولیت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تھی اس لئے آپ کو بدر میں شامل سمجھا گیا اور مال غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت رقیہؓ چند دن کی علالت کے بعد فوت ہو گئیں۔ حضرت عثمانؓ ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ مسلمان مجاہدین معرکہ بدر سے فتح مند واپس لوٹے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے بیٹی کی وفات ایک بڑا صدمہ تھا مگر آپؐ نے کسی طرح کا سوگ نہیں منایا اور اپنے ذاتی صدمے کو مدینہ کے مسلمانوں کی اس فتح کی خوشی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔

حضرت رقیہؓ بنت رسول کی وفات خود حضرت عثمانؓ کے لئے بہت بڑی محرومی تھی۔ اب آپ اداس اور پریشان رہتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ عثمان پریشان کیوں رہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، حضرت رقیہؓ کی وفات کے ساتھ میرا قرابت داری کا تعلق آپؐ کے ساتھ نہ رہا۔ اس سے بڑا غم اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عثمان! تم یہ کہہ رہے ہو اور جبرئیلؑ میرے پاس موجود ہیں اور وہ مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کا نکاح تم سے کر دیا ہے۔'' گویا حضرت عثمان کا ام کلثوم سے نکاح آسمان پر پہلے ہوا اور زمین پر بعد میں۔ چنانچہ حضور ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح آپؓ سے ہو گیا اور آپؓ دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے داماد بن گئے۔ بعد ازاں اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت ام کلثومؓ بھی رحلت فرما گئیں۔ حضرت عثمانؓ پریشان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عثمان میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں آپؓ کا مقام کتنا بلند تھا۔

ابتدا میں جب اسلام قبول کرنے والوں پر قریش نے سختی شروع کی اور مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اس موقع پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ بنت رسول کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے۔ بعد ازاں مناسب موقعہ پر آپؓ حضرت رقیہ سمیت مکہ واپس آ گئے۔ پھر ہجرت مدینہ کا وقت آ گیا تو حضرت عثمانؓ مع اپنے اہل و عیال مدینہ چلے گئے۔ گویا حضرت عثمان کو اسلام کی خاطر دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہے۔ یہاں یہ بات جاننا بھی مفید مطلب ہوگا کہ حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے یعنی دو نوروں والا۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپؓ کے نکاح میں رہیں اور یہ واقعی بہت بڑی سعادت اور بڑا امتیاز ہے۔ مگر یہ دوگونہ امتیاز ان کو کئی دوسرے اعتبارات سے بھی حاصل تھا مثلاً آپ نے اہل و عیال سمیت اسلام کی راہ میں دو ہجرتیں کیں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف۔ غزوہ بدر اور بیعت رضوان دونوں میں آپؓ موجود نہیں تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے موجود قرار دیا۔

مدینہ میں پہنچے تو یہاں پانی کے حصول میں سخت دشواری پیش آ رہی تھی۔ مدینہ کی پوری آبادی کے لئے صرف ایک کنواں تھا اور وہ بھی ایک یہودی کی ملکیت جو پانی بھرنے کے منہ مانگے دام لیتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ وہ کنواں اس یہودی سے خرید لیا جائے مگر یہودی اس پر آمادہ نہ تھا۔ کافی اصرار کے بعد وہ کنویں کا نصف حق بیچنے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ آپؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا۔ وہ اس طرح کہ ایک دن مسلمان پانی بھریں گے اور دوسرے دن یہودی پانی بیچے گا۔ چونکہ مسلمانوں کی باری کے دن ہر شخص کو پانی بھرنے کی اجازت تھی اس لئے یہودی کی باری کے دن کوئی پانی لینے نہ آتا۔ اس پر یہودی نے بقیہ نصف کنواں بھی بیچنا چاہا تو آپؓ نے آٹھ ہزار درہم میں وہ بھی خرید لیا اور اس طرح پورا وقف فی سبیل اللہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانانِ مدینہ بلکہ دوسرے تمام باشندوں کو پانی کی مفت سہولت حاصل ہو گئی۔

ضرورت رشتہ

بی کام، عمر 26 سال، گریڈ 16 سرکاری ملازم (واپڈا) لاہور۔ کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: سردار اعوان 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

خاتمہ سود کے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا خلاصہ (۳)

سود کی متبادل چند دیگر صورتیں

(گزشتہ سے پیوستہ)

معیشت سے سود کے خاتمے کے لئے عملی منصوبہ کے ضمن میں کونسل کو تین میں سے کسی ایک طریقہ کا انتخاب کرنا تھا۔ اول یہ کہ آغاز کار کے بطور ایک مثالی بینک قائم کیا جائے جو بغیر سود کے کاروبار کرے۔ اس کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تجارتی بینکوں اور دوسرے مالی اداروں کے طریقہ کار میں تبدیلی عمل میں لائی جائے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ غیر سودی معاشی نظام کے لئے پہلے ایک جامع اسکیم بنالی جائے اور پھر ایک تاریخ مقرر کر کے اسکیم پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ تھا کہ معاشی نظام سے سود کو بتدریج ختم کیا جائے۔ تینوں طریقوں کے مضمرات مندرجہ ذیل ہیں۔

مثالی بینک کے قیام کا خیال ویسے تو بہت اچھا لگتا ہے لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس میں بہت سی خامیاں ہیں۔

اس مثالی بینک کو ایسے پیمانہ پر شروع کرنا جس سے واقعی صحیح معنی میں مفید تجربہ حاصل کیا جا سکے بڑی مقدار میں جمع ہونے والی رقوم کا متقاضی ہے۔ جس کا حصول ایک ایسے ادارے کے لئے جو بالکل نئے نقشہ پر کام کا آغاز کر رہا ہے وقت طلب ہے۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر قرض لینے والوں کی پسند پر چھوڑا جائے کہ وہ تجارتی بینکوں سے معینہ شرح سود پر قرضہ لینا چاہتے ہیں یا مثالی بینک سے نفع و نقصان کی شراکت و تقسیم پر تو ایسے کاروبار کے مالک جو بہت زیادہ نفع کما رہے ہیں، تجارتی بینکوں سے سودی قرضہ لینا پسند کریں گے۔ البتہ کم نفع کمانے والے یا خسارہ کا اندیشہ رکھنے والے کاروباری ادارے مثالی بینک کا مقدر ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ مثالی بینک نقصان دہ سودوں سے بچنے کے لئے بہت امتیاز اور احتیاط اختیار کرے گا اور اپنے دائرہ کار کو محدود کرے گا تو اس طرح دوسروں کے لئے کوئی قابل تقلید مثال قائم نہ ہو سکے گی اور اگر بالفرض کوئی اس نقصان دہ مل کو خاطر میں نہ لائے تو اس کے بالائی اخراجات زیادہ ہوں گے۔ سرمایہ کاری پر نفع کم ہوگا اور وہ اپنے روپیہ فراہم کرنے والوں کو بھی منافع کم دے گا۔ اس سے روپے کی فراہمی متاثر ہوگی جس کے نتیجے میں بینک کا سارا کاروبار متاثر ہوگا اور بینک اس چکر سے نہ نکل سکے گا۔

اس سلسلے میں کونسل نے اس تجویز پر بھی غور کیا جو بعض حلقوں کی جانب سے پیش کی گئی کہ ابتدائی طور پر صرف یہ ہونا چاہئے کہ موجودہ بینکوں میں سود سے پاک کاؤنٹر کھول دیئے جائیں جو سود پر مبنی کاؤنٹروں کے ساتھ ساتھ کام کریں۔ اور امانتیں جمع کرانے والوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی رقم چاہیں تو سودی کھاتوں میں جمع کروائیں اور چاہیں تو نفع نقصان میں شرکت کی بنیاد پر معاملہ کریں۔ کونسل نے اس تجویز کے تمام امکانات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد فیصلہ کیا کہ اس تجویز کی پوری شدت کے ساتھ

جسٹس (ر) تنزیل الرحمن

بھرپور مخالفت کی جانی چاہئے کیونکہ یہ تجویز بالکل غیر معقول اور انتہائی خطرناک ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ سودی نظام کی بقا اور دوام میں مدد ملے گی بلکہ ملکی اقتصادیات سے استیصال سود کی تمام کوششیں ناکام ہو کر رہ جائیں گی۔

(لیکن حکومت وقت نے کونسل کی بھرپور مخالفت کے باوجود ملک بھر میں بلاسودی کاؤنٹر کھول دیئے اس کا جو نتیجہ ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔)

دوسرا طریقہ کونسل کو قائل نہ کر سکا کیونکہ بیک قلم سود جیسے ہمہ گیر اور دور رس رواج کا خاتمہ اور ایک نئے نظام پر سارے کاروبار کی تنظیم جدید ایسے مسائل کھڑے کر دے گی جن کا فوری حل کارے دارد ہے۔ کونسل کے نزدیک پرانے نظام کی جگہ نئے نظام کی تبدیلیوں کو جگہ دینا اس وقت سہل العمل ہوگا جب اس کے لئے ایک مدت کا تعین کیا جائے گا اور یہ مدت خاص طور سے بین الاقوامی لین دین کے معاملہ میں ضروری ہوگی جن کا تبدیل کیا جانا مستقبل قریب میں ممکن نہیں ہے۔

اب رہ گیا تیسرا طریقہ تو یہی طریقہ سب سے زیادہ عملی اور معقول نظر آتا ہے۔ کونسل نے اس طریقہ کار کے پیش نظر اپنی عبوری رپورٹ بھی پیش کی تھی جس میں اس نے این آئی ٹی، آئی سی پی، ایچ بی ایف سی اور تجارتی بینکوں کے تعمیراتی قرضوں سے سود کے خاتمے کے بارے میں سفارش کی تھی۔ یہ پہلا مرحلہ تھا۔ سود پہلے کہاں کہاں سے ختم کیا جائے اس کی سفارش کرتے وقت کئی چیزوں کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ این آئی ٹی سے سود کے خاتمے کی سفارش کرتے وقت کونسل کے ذہن میں یہ تھا کہ جب سود کو بتدریج ختم کرنا ہے تو پہلے لوگوں کو سرمایہ کاری کے لئے ایسا ذریعہ مہیا کیا جائے جس میں وہ اپنی پس اندازیاں (بچتیں) جائز مدات میں لگا سکیں۔ دوسرے مالی اداروں میں آئی سی پی کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ پہلے سے ہی اپنے کاروبار کا بیشتر حصہ بغیر سود کے چلا رہا تھا اور اس کے لئے سود کا مکمل خاتمہ بلا تاخیر ممکن تھا پھر یہ بات بھی تھی کہ اس ادارے کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ غیر سودی نظام میں اس کو سب سے زیادہ ذمہ داری اٹھانا پڑے گی۔ چنانچہ یہ مناسب معلوم ہوا کہ اسے فوری طور سے غیر سودی بنا دیا جائے۔ تعمیر مکانات کے قرضوں کے سلسلے میں سود کو ختم کرنے کی سفارش کرتے وقت کونسل کے پیش نظر یہ تھا کہ مکانات لوگوں کی ایک بنیادی ضرورت ہے اور انہیں اس ضرورت کی تکمیل میں سود سے نجات مل جانا چاہئے۔

کونسل کو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ بارہ ربیع الاول 1399ھ کے صدارتی اعلان کے مطابق سود کے خاتمے کا آغاز کر دیا گیا اور اب این آئی ٹی ایچ بی ایف سی اور آئی سی پی (میوچل فنڈ) یکم جولائی 1979ء سے نئے نظام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ گزشتہ بجٹ میں اس امر کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ بینکوں کی طرف سے ساڑھے بارہ ایکڑ زمین کی حد تک کاشت کرنے والے کسانوں کو جو پیداواری قرضے دیئے جائیں گے ان پر سود وصول نہیں کیا جائے گا۔

کونسل نے یہ بھی سفارش کی کہ اندرون ملک لین دین سے سود کے عنصر کو ختم کرنے کے باقی اقدامات مندرجہ ذیل سطور میں بیان کردہ ٹائم ٹیبل کے مطابق تین واضح مرحلوں میں کئے جانے چاہئیں۔

پہلے مرحلے کے لئے مجوزہ اقدامات جس کا آغاز یکم جولائی 1980ء کو کیا جائے

خاتمہ سود کے سلسلے میں کونسل نے جو سفارشات پیش کی ہیں ان میں بہت سے اقدامات ایسے ہیں جن کے لئے بہت زیادہ پیشگی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا فیصلہ رواں مالی سال ختم ہونے سے پہلے کیا جا سکتا ہے تاکہ آئندہ مالی سال کے آغاز یعنی یکم جولائی 1980ء سے ان پر عمل درآمد ہو سکے۔ یہ اقدامات مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) سرکاری لین دین

(باقی صفحہ 14 پر)

ناکام یاترا

امریکہ کی رتھ یاترا ناکام ہوگئی۔ گراؤنڈ زیرو کی بارگاہ میں کھڑے دیوتا پر چڑھائے گئے خون آلود گیندے کے پھول لوٹا دیئے گئے۔ عربوں کے لہو سے بنی مٹھائی بکلاوا قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا اور صاف صاف کہہ دیا گیا کہ مقبوضہ کشمیر میں مداخلت بند کی جائے۔ امریکہ میں جو دن یوم سیاہ کے طور پر منایا گیا اور پاکستان میں اسے یوم سرخ کر دیا گیا۔ اس دن ڈیفنس کے نام پر عوام کا خون چوسنے والی فورس نے اللہ کے دو نیک بندے ذبح کر دیئے پھر ان کے خون کی چادر پر ساری فوجی انتظامیہ نے کھڑے ہو کر امریکہ سے آشیرواد مانگی اور تابعداری کی قسم کھائی۔ ان کے غلامی کے لیس دار چپچپے مادے میں لتھڑے ہوئے فل بوٹ خون کی چادر سے چپک گئے تھے کسی کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہاں سے قدم ہٹائے۔ سب اسی خون کی سرخی سے غلامی کا نیا عہد نامہ لکھنے کی آرزو میں تھے' عربوں کے چمک دار اور گاڑھے خون سے لکھا گیا نیا حلف نامہ۔ جو عہد نامہ عتیق سے بھی زیادہ پرانی روایت کو آگے بڑھاتا ہے۔ اور غلام اور آقا کے درمیان ان لکھے معاہدے کو عملی شکل دیتا ہے۔

ڈیفنس سوسائٹی میں جو کچھ ہوا وہ ایک طے شدہ منصوبے کا آپریشنل حصہ تھا۔ جس کا مقصد گیارہ ستمبر کی صبح امریکہ کے گراؤنڈ زیرو پر موجود جنرل پرویز کو سرخروئی عطا کرنا تھا۔ ظالمانہ لیکن بچگانہ منصوبہ جسے امریکہ نے احمقانہ قرار دے کر متاثر ہونے سے انکار کر دیا۔ قومی سلامتی کو جواز بنا کر انسانی سلامتی کو ٹھکانے لگانے کی یہ سازش قومی سلامتی کے ٹھیکیداروں نے انجام دی۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ قانون نافذ کرنے کے نام پر قانون کی دھجیاں اڑانے والے تمام سرکاری ادارے کئی روز سے عرب خاندان کی موجودگی سے باخبر تھے' نہ صرف باخبر تھے بلکہ ان کی باقاعدہ نگرانی بھی کر رہے تھے اور اس بات کا اطمینان بھی کر چکے تھے کہ یہ بدقسمت خاندان گیارہ ستمبر سے پہلے جگہ چھوڑ کر کہیں نہ جائے گا۔ غلام جتھے کو ان کی گرفتاری سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہوتی تو گیارہ ستمبر سے پہلے کر چکے ہوتے حالانکہ اس سے پہلے وہ ہر اس عرب یا افغان کو گرفتار کرنے کے لئے غول بیابانی کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے جس کا نام یا نشان فضا میں ڈولتے کسی آوارہ جھونکے یا درخت سے گرتے سوکھے پتے سے ملتا تھا۔ دس اور گیارہ ستمبر کی رات کا بڑا حصہ جب گزر چکا تو ڈیفنس کا عرب خاندان تہجد کے لئے بیدار ہوا۔ عین اس وقت غول بیابانی کی ایک ٹکڑی عرب خاندان کی اقامت گاہ کے واحد گیٹ پر پہنچی اور دروازہ توڑنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ناکامی پر انہوں نے ہوائی فائر کئے۔ سرکاری غلاموں کا دعویٰ ہے کہ جواب میں عمارت سے دو فائر ہوئے۔ لیکن شریعت میں غلام' بچے' نابالغ اور فاتر العقل کی گواہی ناقابل اعتبار ہے اور عورت کی آدھی اس لئے ان غلاموں کا دعویٰ محل نظر ہے۔ وہ خود کو درست ثابت کرنے کے لئے آدھی رات کا سورج بھی طلوع کر سکتے ہیں دو گولیاں چلانا تو معمولی بات ہے۔ اس دعوے کی سچائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چھاپہ مارنے والوں نے پولیس کے اعلیٰ حکام سے مشورہ کرنے یا انہیں تفصیلات سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنے طور پر علاقہ پولیس سمیت ارد گرد کے تھانوں سے نفری منگالی اور عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

رفیق افغان

واقعے کے پہلے مرحلے کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غلاموں کی ٹولی کو آپریشن شروع کرنے کے لئے محض چند ہوائی فائر مطلوب تھے یہ فائر وہ خود کرتے یا عمارت سے ہوتے۔ انہیں کوئی فرق نہ پڑتا تھا کیونکہ اندھیری رات کے تین بجے اس ڈھنڈار علاقے میں کسی مکین کے پاس اتنی فرصت نہ تھی کہ نوٹ کرتا کہ فائر کس نے کئے تھے۔ سرکاری بندوقوں نے یا مجاہدین نے۔ سارا علاقہ سویا پڑا تھا اور ہوائی فائر کی آواز گونجنے کے باوجود لوگ گھروں سے باہر نہ آئے تھے۔ جس عمارت میں عرب خاندان مقیم تھا وہ بالکل خالی تھی اور وہاں سوائے مظلوم خاندان کے کوئی اور نہ تھا لہٰذا سرکاری زیادتی کے حوالے سے کسی عینی شاہد یا گواہ کی موجودگی کا امکان سرے سے خارج تھا چند ہوائی فائروں کو بنیاد بنا کر سارے شہر کی پولیس اور رینجرز سے جس طرح عربوں پر چڑھائی کرائی گئی اس نے مرتضیٰ بھٹو کے قتل کی یاد تازہ کر دی مرتضیٰ پر گولیوں کی بارش کرنے کے لئے بھی ایک ہوائی فائر کو جواز بنایا گیا تھا اور آج تک پتہ نہ چل سکا کہ وہ فائر کس نے کیا تھا فرشتے نے شیطان نے پولیس نے دہشت گردوں نے جن نے بھوت نے پریت نے بلائے آقا نے غلام نے یا کسی نظر نہ آنے والے وجود نے؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ گیارہ ستمبر سے پہلے عرب یا طالبان مجاہدین کی گرفتاری کے لئے کراچی میں جتنے چھاپے پڑے کسی میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ حالانکہ گرفتاری دینے والوں میں سے کئی ایک مسلح تھے اور ان کے ہمراہ بیوی بچے بھی نہ تھے وہ چاہتے تو چھاپہ مارنے والوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتے لیکن جن لوگوں نے پاکستان کو مسجد جیسا تقدس عطا کیا وہ ایسا نہ کرنے پر مجبور تھے پھر گرفتار کرنے والے بھی صرف گرفتار کرنا چاہتے تھے مقابلہ نہیں لیکن ڈیفنس کے واقعے میں ایسا نہ تھا اسے مقابلہ بنانے کی ضرورت تھی اور اس کے لئے بس اتنا کافی تھا کہ رات کے اندھیرے میں فلیٹ پر چند فائر کر دیئے ہیں ظاہر بات ہے کہ رات تین بجے کوئی بھی اجنبی گروہ کسی کے گھر پر جا کر دروازہ توڑنے کی کوشش کرے اور ناکامی پر فائرنگ کرے تو جوابی فائرنگ سے انہیں ڈرانا ہر آدمی کی فطری خواہش ہوگی اس نفسیاتی کمزوری سے فائدہ اٹھایا گیا دروازہ توڑنے والوں کے ماتھے پر نہیں لکھا تھا کہ وہ سرکاری ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ گزشتہ ایک برس سے مجاہدوں کے خاندان خصوصی طور پر آزمائش میں مبتلا ہیں وہ بجا طور پر یہ سمجھ سکتے تھے کہ آنے والے ان کے جان و مال' عزت ناموس پر حملہ کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں اگر مجاہدین کی گرفتاری مقصود ہوتی تو دن کی روشنی میں سرکاری اہلکار اطمینان سے ان کے گھر جا سکتے تھے اور ان سے پوچھ گچھ کر سکتے تھے اطمینان نہ ہونے کی صورت میں انہیں گرفتار کر سکتے تھے شہید عرب مجاہد پانچ وقت کی نماز پڑھنے محلے کی مسجد میں جاتے تھے۔ رات کو بیوی بچوں کے ہمراہ ٹہلنے یا ساحل کی سیر کرنے جاتے تھے ان سے بات کرنی ہوتی یا گرفتاری مقصد ہوتی تو ان تمام موقعوں سے استفادہ کیا جا سکتا تھا لیکن اصل بات یہی ہے کہ انہیں گرفتار کرنے میں کسی کو دلچسپی نہ تھی ایک حقیقی پولیس مقابلہ کرانے کے لئے انہیں قربانی کے بکروں کی طرح پالا جا رہا تھا حقیقی لیکن انجینئرڈ مقابلہ سب سے اہم سوال آج بھی یہی ہے کہ اگر قانون کے نام پر کام کرنے والے اداروں کو ایک ماہ سے ان عربوں کی موجودگی کا علم تھا تو ان کی فوری گرفتاری کی کوشش کیوں نہ کی گئی 11 ستمبر تک انتظار کیوں کیا گیا۔ اس سوال کا جواب واقعے کے 48 گھنٹوں کے بعد سامنے آیا جب گرفتار کرنے والوں نے گرفتار شدگان کو پولیس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر کسی کو اس پر اعتراض ہے تو وہ جنرل پرویز سے بات کر لے۔ یہ بات ایک ایسے اجلاس میں کہی گئی جو گرفتار مجاہدوں اور ان کے اہل خانہ کی تحویل پر اٹھنے والا تنازعہ حل کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ یہ ساری کوششیں اس ڈرامے اور جھوٹ کو چھپانے کا حصہ تھیں۔ جو زیرو گراؤنڈ پر کھڑے بش کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رچایا گیا تھا۔ عربوں کے خون کی سرخی سے حاصل ہونے والی خوشنودی۔ گرفتار شدگان پولیس کے حوالے کر دیئے جاتے تو اس بات

(باقی صفحہ 14 پر)

امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ کراچی

امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد 30 اگست کو کراچی کے دورے پر تشریف لائے۔ اسی شب انہوں نے ایف ٹی سی آڈیٹوریم میں ''اسلامی معیشت'' پر سیمینار میں بحیثیت سامع شرکت فرمائی۔

31 اگست کو امیر محترم نے مذکورہ سیمینار کی صدارت فرمائی' جس کا اہتمام انجمن خدام القرآن' سندھ نے کیا تھا۔ اس کے مرکزی مقرر جناب عاطف وحید تھے۔ پہلے دن کے مہمان خصوصی جناب جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین احمد صدیقی تھے جبکہ دوسرے دن نیشنل بینک کے سابق صدر جناب عبدالجبار خان تھے۔ اپنی صدارتی تقریر میں امیر محترم نے فرمایا کہ جس طرح زنا کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکا اسی طرح سود کا نعم البدل بھی نہیں ہو سکتا۔ کچھ لوگ زنا کا نعم البدل نکاح کو قرار دیتے ہیں جو اس لئے درست نہیں کہ نکاح کرنے والا ذمہ داریوں کو قبول کرتا ہے' جبکہ زنا کار انہیں قبول نہیں کرتا۔ مشارکہ' مضاربہ اور اجارہ کے ذریعے غیر سودی نظام چلایا جا سکتا ہے جبکہ بیع موجل' بیع مرابحہ' ''مارک اپ'' اور سرمایہ کاری کے دیگر ذرائع میں بالآخر سود شامل ہو جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھرپور عوامی تحریک کے نتیجے میں اسلامی انقلاب کے برپا ہوئے بغیر سودی نظام ختم نہیں ہو سکتا۔

یکم ستمبر کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں سورۃ القیامہ پر درس دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ معروف ادبی اسالیب پر قرآن مجید کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خطبات الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔ جیسے کہ خطبات میں ہوتا ہے' اس کا آغاز و اختتام جامع اور پُرشکوہ ہے اور تحویلِ خطاب بھی ہے۔ عقیدۂ آخرت کے بارے میں معاشرے میں جو قیل و قال شروع ہو چکی تھی' اس کی نفی اس سورہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں انسان کی انفرادی قیامت یعنی موت اور پھر دنیا کی قیامت کی کیفیات کا تذکرہ ہے۔ عقیدۂ آخرت کے لئے نفس لوامہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفس میں نیکی اور بدی کی تمیز رکھ دی ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ نیکی پر بھرپور انعام ملے اور برائی پر سنگین سزا۔ لیکن دنیا میں عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ اس صورتحال کا منطقی تقاضا ہے کہ کوئی ایسا دن ہو جس میں نیکی اور بدی کا پورا پورا بدلہ ملے۔ درمیان میں انکارِ آخرت کی وجہ یعنی حب عاجلہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ اس کے اعمال کا فوری بدلہ اس دنیا ہی میں مل جائے لہٰذا وہ آخرت کا انکار کرتا ہے۔

ان پروگراموں کے علاوہ امیر محترم نے تناظیم کورنگی اور لانڈھی کے زیر اہتمام منعقدہ ایک خصوصی نشست میں تنظیم اسلامی کی دعوت اور اس کے طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ پروگرام یکم ستمبر کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا جس میں تقریباً 350 حضرات اور 150 خواتین شریک ہوئیں۔ اسی شب امیر محترم نے جناب جسٹس (ریٹائرڈ) وجیہہ الدین سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات فرمائی اور انہیں لاہور آنے کی دعوت دی جو موصوف نے قبول فرمالی۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

قرآن مرکز' کورنگی' کراچی میں امیر محترم کے خطاب کے خصوصی نکات:

یکم ستمبر کو تنظیم اسلامی کورنگی/لانڈھی کے زیر اہتمام قرآن مرکز میں خطاب کے دوران امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے تنظیم اسلامی کی دعوت کے حوالے سے حسب ذیل نکات بیان فرمائے:

1۔ ہر انسان کا اہم ترین مسئلہ نجاتِ اخروی ہے۔

2۔ نجاتِ اخروی کے لئے ضروری ہے کہ ہر انسان اپنا مقصد تخلیق یعنی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

3۔ عبادت کا تقاضہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر گوشہ میں محبت اور ذوق و شوق کے ساتھ اللہ کی مکمل اطاعت کرے۔

4۔ ظالمانہ نظام کی موجودگی میں اللہ کی کلی اطاعت ممکن نہیں۔ اس طاغوتی نظام کے تحت انسان اللہ کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی پر مجبور ہوتا ہے۔

5۔ باطل نظام کے تحت انسان کو زندگی بطور احتجاج بسر کرنی چاہئے اور کم سے کم پر قناعت کرتے ہوئے اس نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

6۔ اگر انسان اپنے دائرہ اختیار میں اللہ کی مکمل اطاعت کر رہا ہے اور نظام باطل کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے تو امید ہے کہ اسے نجاتِ اخروی حاصل ہو جائے گی۔

7۔ نظامِ باطل کے خلاف جدوجہد کے لئے کسی ایسی اجتماعیت میں شمولیت ضروری ہے جو اسی مقصد کے لئے قائم کی گئی ہو۔

8۔ اس اجتماعیت کو نظامِ باطل کے خلاف عمل کرنے کے لئے سنتِ نبویؐ سے اخذ شدہ طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے دعوت' تنظیم' تربیت' صبر محض' اقدام اور مسلح تصادم کے مراحل سے گزر کر دینِ حق کو غالب فرمایا۔

9۔ موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور عوام میں بہت زیادہ عدم توازن ہے اور حکومت کے ساتھ مسلح تصادم کی صورت میں فتح کا امکان نہیں ہوتا۔ لہٰذا مسلح تصادم کا متبادل یہ ہوگا کہ ذاتی زندگی میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا' خاص طور پر رزق حلال پر قناعت کرنے والے اور شرعی پردے کا اہتمام کرنے والے افراد پر مشتمل جماعت کے ذریعہ منکرات اور ظلم کے خلاف عدم تعاون اور سول نافرمانی کی پُرامن تحریک چلائی جائے گی اور نفاذِ شریعت کے مطالبات کی منظوری تک ملک کے اہم و حساس مقامات و اداروں کا منظم و پُرامن گھیراؤ کیا جائے گا اور اس دوران حکومت کی طرف سے تشدد و زیادتی کو کسی جوابی کارروائی کے بغیر برداشت کیا جائے گا۔

10۔ تنظیم اسلامی کا کام دیگر دینی و مذہبی جماعتوں سے مختلف ہے۔ مذہبی جماعتیں اپنے کام کو صرف دعوت و تبلیغ تک محدود رکھے ہوئے ہیں اور افراد کی ذاتی اصلاح ان کا ہدف ہے۔ نظام کی تبدیلی ان کے پیش نظر نہیں۔ تنظیم اسلامی دعوت و تبلیغ سے آگے بڑھ کر نظام کی تبدیلی کے لئے کوشاں ہے۔ دینی جماعتوں کی اکثریت انتخابی سیاست میں ملوث ہے۔ انتخابات کے ذریعہ کسی نظام کو چلایا جا سکتا ہے' اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے تنظیم اسلامی انتخابی سیاست سے علیحدہ رہتے ہوئے انقلابی طریقۂ کار پر عمل پیرا ہے۔ (مرتب: نوید احمد)

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام ماہِ اگست کے دعوتی و تربیتی پروگرام

اس مرتبہ خطبات جمعہ میں ''حقیقت ایمان'' کے مختلف مدارج کو موضوع بنایا گیا۔ بحمد اللہ دو خطبات جمعہ میں محترم انجینئر مختار حسین فاروقی کماحقہ' یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دروس قرآن کی کل 23 نشستیں ہوئیں' جن میں پہلے سے زائد احباب کا تعاون جاری ہے۔ احباب کے تعاون سے ایک نئے حلقہ درس کا آغاز لال مسجد میں شروع ہو چکا ہے۔

مقامی انجمن کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں قرآن اکیڈمی کے قیام و تعمیر کے سلسلہ میں اراکین کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ دستور انجمن شائع ہو چکا ہے اور انجمن میں عام اراکین کی شمولیت بھی جاری ہے۔ اسی ماہ انجمن کی طرف سے اس کے وابستگان کو اب تک کی کارکردگی رپورٹ ارسال کی گئی' جس پر اراکین نے تسلی کا اظہار کیا ہے۔

تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے سلسلہ میں محترم فاروقی صاحب جو کام 1987ء سے کر رہے ہیں' بحمد اللہ وہ آگے بڑھ رہا ہے۔ انجمن کے قیام کے بعد اس کام کو ایک مربوط انداز میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اللہ رب العزت خلوص و استقامت عطا فرمائے۔ (رپورٹ: محمد انور سعید)

ضرورت رشتہ

بی ایس سی' ایم ایڈ' صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند' سید خاندان کی 25 سالہ بچی کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ' برسرِ روزگار' دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ خوشحال گھرانے کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: ایم اے حسین 0432-261403

حلقہ خواتین لاہور کے تحت تربیتی مذاکرہ

ملتزم رفیقات کا یہ تربیتی مذاکرہ 31 اگست کو شام سوا چار بجے سے مغرب تک حلقہ خواتین کے دفتر واقع گڑھی شاہو میں منعقد ہوا۔ اس میں محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ پروگرام کا آغاز محترمہ طوبیٰ اسد کی تلاوت سے ہوا۔ کارروائی کے آغاز میں ناظمہ تربیت محترمہ امتہ المغنی نے سابقہ نصاب برائے رفیقات تنظیم اسلامی سے متعلق بتایا کہ یہ کیوں ختم کیا گیا اور موجودہ نصاب وطریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ محسوس کیا گیا تھا کہ شعبہ خواتین نصاب کے معاملے میں مطلوبہ کارکردگی نہیں دکھا رہا۔ دو رفیقات کو دعوت دی گئی کہ وہ موجودہ نصاب وطریقہ کار سے متعلق مثبت ومنفی آراء پیش کریں۔ نتیجتاً یہ بات سامنے آئی کہ یہ نصاب نہ صرف کامیاب ہو رہا ہے بلکہ مجموعی طور پر مطالعے کا شوق بھی بڑھ رہا ہے۔ نیز یہ کہ اسی طرح کے تحریری امتحانات اور مذاکرے ومباحث جاری رہنے چاہئیں تاکہ تمام رفیقات مستفید ہوں۔

مذاکرے کا موضوع امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے پہلے چار خطابات تھا۔ اس طرح کے اجتماعات کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ رفیقات اس بات کو مستحضر رکھیں کہ ان کا تعلق ''ایک اسلامی انقلابی جماعت'' سے ہے۔ دوران مذاکرہ ناظمۂ تربیت نے وقتاً فوقتاً سوالات بھی کئے۔ مثلاً گھروں میں رفیقات کا طریقۂ کار کس نوعیت کا ہے' آیا انقلابی ہے کہ خانقاہی! مزید برآں انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ اگرچہ خانقاہی طریقہ بھی اپنی جگہ بہت سے مثبت پہلوؤں کا حامل ہے مگر موجودہ حالات میں ہماری ضرورت انقلابی طریقہ کار کی ہے' جو کہ خالصتاً توحید اور منہج نبویؐ پر مبنی ہونا چاہئے۔

وقت کی کمی کے باعث خطاب سوم وچہارم رہ گئے۔ لہٰذا ناظمہ صاحبہ نے دو ماہ بعد 31 اکتوبر کی تاریخ دیتے ہوئے خطاب پنجم وششم بھی بطور ہوم ورک دے دیئے۔

آخر میں محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد نے خواتین کو اولاد کی تربیت اور عائلی زندگی سے متعلق مفید مشوروں سے نوازا۔ پروگرام میں شرکاء کی تعداد تقریباً 50 تھی۔ دعا کے ساتھ مغرب سے تقریباً 20 منٹ پہلے یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: عاتکہ خان)

بقیہ: اسلامی معیشت

(1) آج کل بجٹ کا خسارہ پورا کرنے یا خاص خاص مالی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت اسٹیٹ بینک کو جو ٹریژری بل جاری کرتی ہے۔ وہ برائے نام شرح سود پر جاری کئے جاتے ہیں۔ ان بلوں کو فوری طور سے غیر سودی بنیادوں پر جاری کیا جانا چاہئے۔

(2) اسٹیٹ بینک وفاقی یا صوبائی حکومتوں کو جو قرضے مہیا کرتا ہے وہ تمام تر سود کے بغیر ہونے چاہئیں۔

(3) اسٹیٹ بینک نے وفاقی یا صوبائی حکومتوں کو طے شدہ حدود سے زائد جو قرضے (Extra Loans) جاری کئے ہوں اب ان پر بھی کوئی سود وصول نہ کیا جائے۔

(4) حکومت اجناس کی خریداری کے لئے تجارتی بینکوں سے جو قرضے لیتی ہے وہ آئندہ سود کے بغیر لئے جانے چاہئیں۔ البتہ ایسے قرضوں کی فراہمی میں انتظامی اخراجات کے طور پر تجارتی بینکوں کی جو رقم خرچ ہوتی ہے اسے پورا کرنے کے لئے وہ حکومت سے ایک معین فیس کی صورت میں اپنا حق الخدمت وصول کر سکتے ہیں جو قرضے کے کم وبیش ہونے سے کم یا زیادہ نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اسٹیٹ بینک ان قرضوں پر جو جوابی قرضے تجارتی بینکوں کو فراہم کرے گا ان پر بھی سود نہیں لیا جانا چاہئے۔

(5) وفاقی حکومت مختلف صوبائی حکومتوں کو ان کے ترقیاتی یا غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے جو مالی امداد فراہم کرے وہ بھی غیر سودی قرضوں کی شکل میں ہونی چاہئے۔

(6) وفاقی یا صوبائی حکومتوں کی جانب سے بلدیاتی اداروں اور خودمختار کارپوریشنوں کو ان کے غیر نفع آور مگر لازمی منصوبوں کی تکمیل کے لئے جو قرضے دیئے جائیں وہ بھی سود سے پاک ہونے چاہئیں۔

(7) وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور ان کے مختلف ذیلی اداروں کے ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقوم جن پر آج کل سود دیا جاتا ہے' اب انہیں این آئی ٹی یونٹس میں لگا کر ان کا منافع ملازمین کے کھاتے میں جمع کیا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک متبادل صورت میں ممکن ہے کہ حکومت یہ اعلان کر دے کہ یکم جولائی 1980ء سے پراویڈنٹ فنڈ کی رقوم پر سود دینے کے بجائے حکومت ایک سالانہ بونس دیا کرے گی جس کی شرح ہر سال این آئی ٹی کے اعلان کردہ حصہ منافع کی شرح کے مطابق ہوگی۔

(8) صوبائی حکومتوں کی طرف سے تقاوی قرضوں پر کوئی سود وصول نہ کیا جائے۔

(9) وفاقی اور صوبائی حکومتیں اور ان کے مختلف ذیلی ادارے اپنے ملازمین کو مکانات کی تعمیر اور کاروں' موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کی خریداری کے لئے جو قرضے مہیا کرتی ہے ان پر بھی کوئی سود نہ لیا جائے۔

(10) آج کل حکومت کی واجب الادا رقموں کی ادائیگی میں تاخیر پر تعزیری سود عائد کیا جاتا ہے' اسے ختم کر کے ان پر تعزیری جرمانہ عائد کیا جانا چاہئے۔

بقیہ: افکارِ معاصر

کا خطرہ تھا کہ پول کھل جائے گا۔ بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اصل حقائق منظر عام پر آ جائیں گے' حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی اور ان تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے جو پہلا فائر ہونے کے بعد اٹھے تھے۔ یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ گرینڈ پھینکنے کا ڈرامہ کیا تھا مجاہدین کے ''مقابلے'' کے باوجود کوئی سرکاری اہلکار ہلاک یا شدید زخمی کیوں نہ ہوا۔ گرنیڈ کا تھیلا جھپٹنے کا دعویٰ کس نے کیا اور پولیس کو کیا بیان رٹایا عرب مجاہدین نے کتنے فائر کئے انہیں ہتھیار کس نے پہنچائے کس مقصد کے لئے پہنچائے گیارہ ستمبر کے پولیس مقابلے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے پہنچائے یا ذاتی حفاظت کے نام پر دیئے گئے آپریشن کے بعد متاثرہ فلیٹ میں پولیس کے اعلیٰ تفتیشی افسران کو داخلے کی اجازت کیوں نہ دی گئی واقعے کی تفتیش کے لئے قانونی طور پر ذمہ دار پولیس کو معاملہ کیوں نہ سونپا گیا اور یہ بھی کہ اس بات کو یقینی بنانے والا کون تھا کہ عرب خاندان کے خلاف آپریشن چمکتے سورج کی تیز روشنی میں کھلے آسمان تلے کیا جائے جب ٹیلی ویژن کیمرے آسانی سے ہر منظر فلما سکیں۔ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر اطمینان سے جائے واردات تک پہنچ سکیں اور یہ خبر مواصلاتی پر لگا کر دنیا بھر میں اڑا سکیں مقابلہ کئی گھنٹے تک پھیلایا گیا تاکہ دیر سے اٹھنے والے سست رفتار اخبار نویس اور خبر نگار بھی پہنچ سکیں مقابلہ ختم ہوا تو کراچی میں دوپہر کا ایک بجا تھا اس وقت نیویارک میں رات کے تین بجے تھے گویا اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ امریکی اخبارات کی کاپی پریس میں جانے سے پہلے آپریشن کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ ناشتے پر کافی کے کپ کے ساتھ صدر بش اور لاکھوں امریکی گرما گرم مقابلے کی تصاویر اور تفاصیل ملاحظہ فرما سکیں اور امریکی ٹیلی ویژن چینل صبح کے ناشتے کے ساتھ بریکنگ نیوز کی مکمل تفصیلات بمع جزئیات جاری کر سکیں۔ دنیا بھر کی خبر رساں ایجنسیاں مکمل تفصیلات بمع جزئیات جاری کر سکیں دنیا بھر کی خبر رساں ایجنسیاں اور وائر سروسز مقابلے کی عمدہ تصاویر دنیا بھر میں پھیلا سکیں ایسی تصاویر جن میں بے گناہ سید زادوں کو ننگے پیر گھسیٹا گیا تھا یقیناً صدر بش نے یہ تصاویر اخبارات میں دیکھی ہوں گی کیونکہ نیویارک کا وقت کراچی سے تقریباً دس گھنٹے پیچھے ہے۔ بش زیرو گراؤنڈ پہنچے تو پر امید نگاہیں لئے صدر پرویز ان کے منتظر تھے لیکن امریکی صدر اس واقعے کو شیر مادر کی طرح پی گئے اور ایک جبر جنگ آقا کا رویہ اختیار کرتے ہوئے غلاموں کے کارنامے پر خوشنودی دکھانے سے اجتناب کرتے رہے۔ زبانی تحسین سے خوش ہونے والوں کے لئے کچھ اور کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تاہم صدر پرویز سے باضابطہ ملاقات میں انہوں نے ہدایت کر دی کہ پاکستان مقبوضہ کشمیر میں مداخلت روک دے یہ ہے وہ اثاثہ جو صدر پرویز امریکہ سے ساتھ لائے ہیں۔ افغانستان کی راکھ میں عربوں کے خون کی سرخی شامل کر کے کشمیر کا فسانہ لکھنے کی تیاری کا نیا حکم نامہ۔ (بشکریہ.....امت)

Furthermore, recent report from the American circles reveal that General Musharraf didn't sack Nawaz Sharif for democracy as it is evident from his own role in playing with democratic principles and institutions. He is believed to have sacked Nawaz government for the signs of a thaw in Pakistan-India ties after Prime Minister Atal Bihari Vajpayee's visit to Lahore in February 1999 and Musharraf's failed Kargil operation in Kashmir.

The July 29th report of the International Crisis Group also calls Musharraf's counter-madrasa reform as "tactics to ward off international pressure, appease the U.S., and keep power with U.S. acquiescence." It is interesting to note that western analysts talk of madrassa, military, Jihad and Kashmir in a single breath. With closed eyes to the history and reality of Kashmir, they argue: "The military's Kashmir policy is mainly unchanged. Although Indian military pressure and international diplomacy forced the government to announce a halt in cross-border infiltration, this is a tactic, not a permanent change in Kashmir policy or the military's ties with the jihadis. As the military's domestic legitimacy declines, Musharraf's main objective is regime survival, not creation of a democratic, tolerant culture by eliminating extremism."

These indicators suggest that you would have to keep on surrendering once you start compromising on principles. For staying a few days in power with American support, Musharraf sacrificed all religious, moral and diplomatic principles after September 11. If he is still interested in power, he has to unload a few more burdensome principles from his baggage. He must have to forget UN Security Council resolutions on Kashmir. He has to accept that UN means nothing as long as the US doesn't want it to make a difference. Musharraf has to accept that Pakistan is not an Islamic state, so it does not make any difference if Kashmiris stay with secular India or join secular Pakistan. He has to admit that India has every right to treat "Jihadis" in the Northern parts of its country just as Musharraf's men in uniform are killing its own people and demolishing homes in the North West of Pakistan, also for their providing shelter to "Jihadis" from Afghanistan.

For Musharraf the choice is clear: he has to be either for Islam or against Islam. If he is for Islam, he has to, at least, shelter those who are running from American terrorism with the same feeling that he has for those who are suffering from Indian terrorism, which means he has to stop supporting the "war on terrorism." If he is against Islam, then he shall treat people struggling against Indian repression as he is treating people struggling against American highhandedness, which means he has to unconditionally surrender Kashmir and our nuclear arsenal with it without further delay.

Musharraf has to respond to "with us or against us" calls from Muslims this time. He cannot fight for and against Islam at the same time. There are no good and bad Muslims - only the US foreign policy and subsequent terror makes them so. Speaking from both sides of his mouth and taking contradictory actions would soon land those in Musharraf's seat who have wholeheartedly decided to beat him in liberalism as well as putting every left out shred of independence, sovereignty and Islam for sale to the highest bidder.

امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا دورہ دِیر

ماہ جون میں مردان کے اپنے ماہانہ دورے کے موقع پر امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے دِیر کا دورہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اس سلسلے میں 14 جون کو تنظیم اسلامی تیمر گرہ کے دفتر میں خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ 5 جولائی سے پہلے پہلے بینرز' پوسٹرز اور ہینڈ بلز تیار کئے جائیں گے۔ ساتھ ہی اخباروں میں تشہیر بھی کی جائے گی۔ چنانچہ 5 جولائی کو جلسے کا تشہیری سامان دِیر پہنچا دیا گیا۔ 6 جولائی کو حلقہ سرحد (شمالی) کے امیر جناب اظہر بختیار خلجی بھی دِیر تشریف فرما ہوئے۔ بعد نماز عشاء راقم کے گھر میں مختصر اجلاس منعقد ہوا اور امیر محترم کے پروگرام کو حتمی شکل دی گئی۔ چکدرہ سے دِیر تک اور دِیر سے 12 کلومیٹر طویل چترال روڈ' قولینڈی تک مختلف بازاروں میں بینرز آویزاں کئے گئے تھے۔ دِیر شہر میں مختلف چوراہوں' مین بازار اور دِیر سٹیڈیم میں 16 بینرز آویزاں کئے گئے تھے۔ براول تحصیل میں 5 بینرز آویزاں کئے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ 500 پوسٹرز بھی تیمر گرہ سے دِیر تک لگائے گئے تھے۔ مزید برآں 5000 ہینڈ بلز اور 500 خصوصی دعوت نامے بھی تقسیم کئے گئے۔ جلسے کے لئے دِیر ہوٹل کا وسیع و عریض لان منتخب کیا گیا تھا۔

9 جولائی کو دن کے بارہ بجے امیر محترم مختصر قافلے کے ہمراہ دِیر شہر پہنچ گئے۔ ٹھیک 4 بجے جلسے کی کارروائی کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد فہیم نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد سٹیج سیکرٹری نے تنظیم اسلامی کا مقصد اور ہدف بیان کیا۔ جونہی امیر محترم نے خطاب شروع کیا' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا نزول کر دیا۔ پورا لان لوگوں سے بھرا ہوا تھا کہ اچانک بارش شروع ہو گئی۔ تمام لوگ ہوٹل کے بڑے برآمدے میں جمع ہو گئے۔ اپنا خطاب دوبارہ شروع کرتے ہوئے امیر محترم نے مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان پاکستان کو درپیش موجودہ مشکلات اور ان سے نجات کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے پورے اجتماع کے سامنے ایک سوال رکھا: ''آج پوری دنیا کے مسلمان زوال' پستی' غربت' بے عزتی' درندگی اور ظلم و ستم کا نشانہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟''

انہوں نے قرآن حکیم کے سیاق و سباق میں بنی اسرائیل کے زوال کی سائنسی نقطہ نظر کے ساتھ وضاحت فرمائی اور جدید مسلم دنیا کے زوال کے اسباب پر مکمل روشنی ڈالی۔ الغرض ڈاکٹر صاحب نے اس پروگرام میں قرآن حکیم کی نصوص کی روشنی میں ہر سبب پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اس طرح جدید تعلیم یافتہ اذہان کو مسلم دنیا کے زوال کے اصل محرکات سے آگاہی ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے پاکستان کا حصول ایک نعمت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعام قرار دیا' لیکن اسلام کی اقامت اور شریعت محمدیؐ کے عدم نفاذ کے سلسلے میں ہم بحیثیت قوم کئی بار زوال اور پستی کے ساتھ بے عزت و رسوا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہود کی سرگرمیوں اور مسلم دنیا کے زوال کے پیچھے ان کی سازشوں کے بارے میں بھی انکشافات کئے۔ اس کے حل کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس زوال اور پستی کا واحد علاج یہ ہے کہ ہم اجتماعی توبہ کریں۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے وہ تمام نصوص بیان فرمائے اور آخر میں آرمیگاڈان کے بارے میں احادیث مبارکہ پڑھ کر سنائی۔

یہ خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا' جسے لوگوں نے نہایت خاموشی اور دلجمعی سے سنا۔ نماز عصر کے بعد رفقاء تنظیم سے تعارف کا پروگرام طے تھا۔ سب سے پہلے باجوڑ ایجنسی کے رفقاء سے ملاقات ہوئی' اس کے بعد تیمر گرہ کے رفقاء سے' پھر بٹ خیلہ اور بونیر کے رفقاء سے اور آخر میں دِیر کے رفقاء سے۔ اس جلسہ میں حلقہ سرحد کی شمالی اور جنوبی تنظیموں کے امراء کے علاوہ ملاکنڈ ڈویژن کے تقریباً تمام رفقاء نے شرکت کی۔ امیر محترم دِیر میں ایک رات قیام کرنے کے بعد اگلی صبح واپس تشریف لے گئے۔ (مرتبین: سعید اللہ' حمید اللہ)

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Twilight of Musharraf's Rule

Musharraf was just a few days into his honeymoon with Bush when he declared "Taliban days are numbered." Twelve months down the road, we now need a bit more closer-to-Washington dictator to tell us that Musharraf's days are numbered as well. We may not believe it but signs of an imminent divorce are there for us to analyse.

Remember not to forget mouthpieces of official policy from Washington such as the New York Times, the Washington Post, etc. Remember, as recently as July 03, 2002, New York Times was trying through its editorial to force the Americans to think that American "security would be gravely threatened" if Musharraf is not helped to "deal smartly with the rising challenge to his pro-western, secular rule." Remember the same paper presenting "The Case for the General" in November 12, 1999 issue. Remember US experts like Robert McFarlane, telling the world that the only way to deal with "dysfunctional nuclear democracy" is to propose military control (NY Times October 14, 1999) and for that Musharraf was a wise pick.

The Bush and Mush secret love affair became public after September 11, 2001. Even today, Bush acknowledges his love for the General despite his display of the worst dictatorial instincts Pakistanis could ever experience under previous dictatorships. The question, however, arises: Is Washington satisfied with the services offered by Musharraf or it has some better options available?

The changed tone of Washington's propaganda mouthpieces show that despite bending backwards beyond his capacity Washington still expects more and has better options available. New York Times recommended "strong rebuke from Washington" for Musharraf's "assault on Pakistan's democratic aspirations" in its Aug 23, editorial, "Power Grab in Pakistan." It called Washington's tepid response as "embarrassing."

Musharraf is fast becoming redundant for a few unavoidable reasons. One, he went so far in pleasing Washington that anyone in power can now easily utilise the way he has paved for implementing American dictates. Second, the target is Pakistan's unforgettable and unforgivable nuclear ability and military capability, which Musharraf, as a dictator at least, will not agree to sacrifice. Linked to this issue is the Kashmir dispute, which if resolved one way or the other, would leave Musharraf with no justification for keeping the bomb or spending 80 per cent of our scarce resources on military build up, or stay in power as a dictator.

Benazir is a candidate that can go many steps ahead of the General in liberating Pakistanis from the clutches of "mulla mentality." Musharraf has not done a great deal by removing Jihad related Qur'anic verses from the school text books, or removing headscarves from the newsreaders at PTV, or introducing women TV artists to skirts and jeans and dancing not only during the music shows but also in TV plays. Unlike a dictator in boring and offensive military uniform, Benazir can well apply all these modernizing trends to herself as a role model. If she could let the public see through her transparent blue suite while visiting Badshahi Mosque with Hillary Clinton, she can be a good model with sleeveless shirts and skirts that PTV is introducing at a high cost through filming plays in Europe and America.

But unfortunately, American can put up without such modernisation on our part, just as it is living with "fundamentalism" in countries such as Saudi Arabia. What is it then that can still make a difference and make someone like Benazir more attractive option than Musharraf. It is someone who can compromise on Kashmir and subsequently on our nuclear and military capability. Benazir statements about Kashmir, while she was in India, make her a better choice for Washington.

Moreover, what makes Musharraf's courtier spirit worthless and his excellent job for the US of no value at all is the suspicion of "madrassa, militancy and army nexus," expressed in the recently released report by International Crisis Group (ICG) Asia. This report clearly blames military for promoting Jihad "in line with the military's internal and external preferences." Civilian governments have been praised in the report for containing "the power of the mullas and to reform religious education."

General Musharraf's crackdown on religious institutions in the country has been ridiculed while Benazir is praised for the moves she made "to control the madrasas." The report expressed sorrow over military intervention for restricting her authority in this regard because "the military continued to seek 'strategic depth' in Afghanistan and to 'bleed India in Kashmir'." Benazir had taken initiatives on the issues that Musharraf is tackling now. Her ban on entry of Arab students and making it compulsory for all foreign students and their madrasas to obtain a "No Objection Certificate" is considered of no match. Without any direct US pressure, she instructed Provincial zakat committees to end funding to madrasas without proper scrutiny. She also approached foreign governments responsible for funding Pakistani sectarian institutions.

Benazir asked four provinces to submit reports on the functioning of madrasas with the intention of curbing their autonomy. ICG report highlights that Musharraf government has failed to take decisive action against the madrasa system. At the same time it reminds us of PPP interior minister Naseerullah Babar's pledge to reform the madrasa sector with introducing compulsory audits, new curricula, and registration. Nawaz Sharif has also been accused to aligning "with the military," and "sharing its perceptions and policies toward Afghanistan and Kashmir.